أُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ

ماہنامہ منہاج الحدیث

شمارہ نمبر: 04 محرم الحرام، بمطابق اکتوبر 2020

مدیر

حیدر علی السلفی

مکتبہ منہاج الحدیث

منتظمین و مؤلفین

شیخ الحدیث ذکاءاللہ
حافظ طاہر الاثری
خرم شبیر السلفی
حافظ معاذ علی زئی
قاری محمد شہباز مرالی
رانا راؤف ایڈووکیٹ
مدثر جمال راز السلفی
عرفان اکرم مغل

عبد الرحمٰن معلمی
ابوبکر قدوسی
بابر علی مرالی
حافظ محمد علی
ابو طلحہ السلفی
عبدالجبار اظہر
عمر فاروق بہاولپوری
حافظ محمد وقاص

قیمت :100 روپے

سالانہ قیمت علاوہ ڈاک خرچ : 1200 روپے

خط و کتابت

مقام اشاعت چونترہ ، شیخوپورہ

منگوانے کے لیے رابطہ جات
0300-7015212
0300-6221627

مکتبہ منہاج الحدیث

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ نمبر
درس حدیث نبوی	01
صدقہ کی چالیس اقسام	05
قرآن مجید دیکھ کر نماز پڑھنا	09
اصول حدیث مقدمہ ابن صلاح	14
فیض عالم صدیقی کا رد	20
مسلم علمی کتابی یا مریض دماغی	22
بنات اربعہ شیعت کا تعاقب	27
تحقیق حدیث ایام تشریق	44
عقیدہ تحریفِ قرآن	69
کیا شیعہ مؤمن ہیں	88

درس حدیث نبوی

حیدر علی السلفی

حجتہ الاسلام، شیخ الاسلام ،امام المحدثین امام مسلم بن حجاج رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں:

حدثنا إسحاق بن إبراهيم، ومحمد بن رافع، واللفظ لابن رافع، قال إسحاق: أخبرنا، وقال ابن رافع: حدثنا عبد الرزاق، أخبرنا معمر، عن ابن طاوس، عن أبيه، عن ابن عباس، قال: كان الطلاق على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبي بكر، وسنتين من خلافة عمر، طلاق الثلاث واحدة، فقال عمر بن الخطاب: إن الناس قد استعجلوا في أمر قد كانت لهم فيه أناة، فلو أمضيناه عليهم، فأمضاه عليهم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے، حضرت ابوبکر کے دور خلافت اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دوسالوں میں ، جو شخص بیک وقت تین طلاقین دے دیتا اس کو ایک شمار کیا جاتا تھا ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگوں نے اس کام میں عجلت شروع کردی ہے جس میں ان کے لئے مہلت تھی تو اگر ہم بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو نافذ کردیں تو بہتر ہوگا ، پھر انہوں نے تین طلاقوں کو نافذ کرنے کا حکم دیا۔

ترجمہ غلام رسول سعیدی ، شرح صحیح مسلم جلد 3 صفحہ:1019 رقم الحدیث: 1472

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بیک وقت دی گئی تین طلاق ایک شمار ہوتی تھی ۔
علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
یہ حدیث ایسی نص ہے جس کے سامنے اس بات سے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ تین طلاق کو ایک قرار دینے کا حکم ثابت اور غیر منسوخ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں نیز عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دور میں اس پر عمل جاری رہا ہے ۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مخالفت کسی نص کی بنیاد پر نہیں کی بلکہ اجتہاد کی بناپر کی ہے ، اسی لئے شروع میں وہ اس کی مخالفت کے سلسلے میں متردد تھے جیساکہ ان کے الفاظ ''إن الناس قد استعجلوا ...فلو أمضيناه عليهم'' ، (لوگوں نے اس بارے میں جلد بازی کی ...تو ہم اس کو اگر جاری کر دیں تو) سے پتہ چلتا ہے ، تو اگر کسی حاکم کے پاس نص موجود ہے تو کیا اس طرح کا تردد وپس وپیش جائز ہوسکتا ہے؟
نیز عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ ''قد استعجلوا'' ، لوگوں نے جلدی کرنا شروع کردی یہ اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے لوگوں کی طرف سے یہ جلدبازی نہیں ہوتی تھی بلکہ بعد میں ہی انہوں نے ایسا کرنا شروع کردیا تھا ، تو خلیفہ راشد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی سزاء و تادیب کے لئے اسے ان پر نافذ کردیا ۔ کیا ان سب کے باوجود بھی یہ جائز ہوگا کہ اس محکم(واضح وغیرمنسوخ) حکم کو چھوڑ دیا جائے۔
جس پر مسلمانوں کا ابوبکر الصدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اجماع تھا ، صرف اس وجہ سے کہ بعد میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجتہاد کرتے ہوئے ایک دوسری رائے دی ، لہذا ان کے اسی اجتہاد کو لے لیاجائے اورخود عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی کے اس موقف کو چھوڑ دیا جائے جس کے مطابق وہ اپنے ابتدائی دور خلافت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے نیز ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے (تین طلاق کے ایک ہونے کا) فتوی دیتے تھے ؟ اللہ کی قسم ! یہ اسلام کی فقہی تاریخ کا عجوبہ ہے۔
سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ 272 /3

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے جس کی صحت پر پوری امت کا اتفاق ہے یعنی
اس کی احادیث باجماع امت صحیح وثابت ہیں خود امام مسلم رحمہ اللہ نے
وضاحت کردی ہے کہ انہوں نے اپنی اس کتاب صحیح مسلم میں وہی
احادیث درج کی ہیں جن کی صحت پر محدثین کا اجماع تھا چنانچہ امام مسلم
رحمہ اللہ نے کہا:
لیس کل شيء عندی صحیح وضعتہ ھا ھنا انما وضعت ھا ھنا ما أجمعوا علیہ
میں نے اس کتاب میں ہر صحیح حدیث درج نہیں کی ہے بلکہ صرف ان
صحیح احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر محدثین کا اجماع ہے
صحیح مسلم 304 /2 تحت رقم: 404
صحیحین کی صحت پر اجماع ہے جیسا
امام ابن الصلاح رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
وہ تمام احادیث کہ جن کو امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحیح کہاہے ان کی
صحت قطعی ہے اور ان سے حقیقت میں علم نظری حاصل ہوتا ہے 'اسی
طرح کامعاملہ ان احادیث کا بھی ہے کہ جن کو امام بخاری نے اپنی کتاب
میں صحیح کہا ہے ۔اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام امت کے نزدیک ان
کتابوں کو 'تلقی بالقبول'حاصل ہے سوائے ان افراد کے کہ جن کے اختلاف
یا اتفاق سے اس اجماع کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا
صیانۃ صحیح مسلم صفحہ: 85
امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
علماء رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعدسب سے صحیح کتاب صحیح
بخاری اور صحیح مسلم ہے ، امت کی طرف سے اسے تلقی بالقبول حاصل ہے
شرح النووی علی مسلم 14 /1

ملا علی القاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
پھر علماء کا صحیحین کو قبول کرنے پر اتفاق ہے اور اس بات پر کہ تمام کتابوں میں یہ صحیح تریں کتابیں ہیں۔
مرقاۃ المفاتیح للملا القاری: 18 /1
سرفراز صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:
اور امت کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ بخاری اور مسلم دونوں کی تمام روایتیں صحیح ہیں۔
احسن الکلام جلد:1 صفحہ:187
اس صحیح حدیث کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ فوراً اس پر ایمان لایا جاتا اور سارا اختلاف ختم کرلیا جاتا لیکن افسوس ہے کچھ لوگوں نے اس حدیث کو تسلیم کرنے کے بجائے اس پر بے بنیاد اعتراضات وارد کرکے اسے رد کرنے کوشش کی ، اللہ تعالٰی ان کو ہدایت عطاء فرمائے۔

صدقہ کی چالیس اقسام

سید فرخ عباس شاہ

نظر ثانی: حیدر علی السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله

وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

ہمارے معاشرے میں عام طور پر کسی کو کھانا کھلانا، پانی پلانا ، کچھ عطاء کر دینا ہی صدقہ سمجھا جاتا ہے مگر صدقہ کی اس کے علاوہ بھی کئی اقسام ہیں جن کا مختصراً خلاصہ صحیح احادیث نبویہ کی روشنی میں پیش خدمت ہے۔ بہترین صدقات یہ ہیں:

1-دوسرے کو نقصان پہنچانے سے بچنا صدقہ ہے۔
صحیح بخاری رقم الحدیث: 2518

2- اندھے کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔
صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3368

3-بہرے سے بلند آواز میں بات کرنا صدقہ ہے۔
صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3368

4۔گونگے کو اس طرح بتانا کہ وہ سمجھ سکے صدقہ ہے۔
صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3377

5۔کمزور آدمی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔
صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3377

6۔راستے سے پتھر،کانٹا اور ہڈی ہٹانا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
7۔مدد کے لئے پکارنے والے کی دوڑ کر مدد کرنا صدقہ ہے۔
صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3377
8. اپنے ڈول سے کسی بھائی کو پانی دینا صدقہ ہے۔
سنن ترمذی رقم الحدیث: 1956
9۔بھٹکے ہوئے شخص کو راستہ بتانا صدقہ ہے۔
سنن ترمذی رقم الحدیث: 1956
10۔لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
11۔سبحان اللہ کہنا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
12۔الحمدللہ کہنا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
13۔اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
14۔استغفراللہ کہنا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
15۔نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
16۔برائی سے روکنا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1007
17۔ثواب کی نیت سے اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔
صحیح البخاری رقم الحدیث : 55
18۔دو لوگوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے۔
صحیح البخاری رقم الحدیث: 2518

19۔کسی آدمی کو سواری پر بیٹھانا یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھوانا صدقہ ہے ۔
صحیح البخاری رقم الحدیث: 2518
20۔اچھی بات کہنا صدقہ ہے۔
صحیح البخاری رقم الحدیث: 2589
21۔نماز کے لئے چل کر جانے والا ہر قدم صدقہ ہے۔ صحیح البخاری رقم الحدیث: 2518
22۔راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا صدقہ ہے۔
صحیح البخاری رقم الحدیث: 2518
23۔خود کھانا صدقہ ہے۔
سنن کبریٰ رقم الحدیث: 9185
24۔اپنے بیٹے کو کھلانا صدقہ ہے۔
سنن کبریٰ رقم الحدیث: 9185
25۔اپنی بیوی کو کھلانا صدقہ ہے۔
سنن کبریٰ رقم الحدیث: 9185
26۔اپنے خادم کو کھلانا صدقہ ہے۔
سنن کبریٰ رقم الحدیث: 9185
27۔کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرنا صدقہ ہے۔
سنن نسائی رقم الحدیث: 253
28۔اپنے بھائی سے مسکرا کر ملنا صدقہ ہے۔
سنن ترمذی رقم الحدیث: 1963
29۔پانی کا ایک گھونٹ پلانا صدقہ ہے۔
مسند ابو یعلی رقم الحدیث: 2434
30۔اپنے بھائی کی مدد کرنا صدقہ ہے۔
مسند ابو یعلی رقم الحدیث: 2434
31۔ملنے والے کو سلام کرنا صدقہ ہے۔
سنن ابو داؤد رقم الحدیث: 5243

33۔تمہارے درخت یا فصل سے جو کچھ کھائے وہ تمہارے لئے صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1553
34۔بھوکے کو کھانا کھلانا صدقہ ہے۔
شعب الایمان رقم الحدیث: 3367
35۔پانی پلانا صدقہ ہے۔
شعب الایمان روم الحدیث: 3368
36۔دو مرتبہ قرض دینا ایک مرتبہ صدقہ دینے کے برابر ہے۔
سنن ابنِ ماجہ رقم الحدیث: 3430
37۔کسی آدمی کو اپنی سواری پر بٹھا لینا صدقہ ہے۔
صحیح مسلم رقم الحدیث: 1009
38۔گمراہی کی سر زمین پر کسی کو ہدایت دینا صدقہ ہے۔
سنن ترمذی رقم الحدیث: 1963
39۔ضرورت مند کے کام آنا صدقہ ہے۔
صحیح ابن حبان رقم الحدیث: 3368
40۔علم سیکھ کر آگے سکھانا صدقہ ہے۔
سنن ابنِ ماجہ رقم الحدیث: 243

خلاصہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس ارشادات مبارکہ آپ نے ملاحظہ فرمائے ہیں، معاشرے میں اگر ہم ان جھوٹی جھوٹی باتوں پر عمل کر لیں تو معاشرے میں امن کی فضاء پیدا ہو جاتی ہے۔اور ہماری آخروی نجات کا بھی سبب بن جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائے ۔۔۔۔ آمین

نظر ثانی: حافظ ندیم ظہیر

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ نماز میں دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے کو ہمارے معاشرے میں غلط سمجھا جاتا ہے اور یہ غلط کہنے والے بھی کوئی اور نہیں بلکہ احناف حضرات ہوتے ہیں ،جبکہ نماز میں دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج والی بات نہیں، بلکہ اس کا جواب صحیح ترین روایات سے ثابت ہے جیسا کہ :

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا غلام رمضان میں قرآن دیکھ کر انھیں نماز پڑھاتا تھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد:2صفحہ:338 رقم الحدیث: 7216، وسندہ صحیح، صحیح البخاری تعلیقاً قبل حدیث: 692

اسی طرح سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے تو ان کا غلام قرآن پکڑے ہوئے لقمہ دیتا تھا۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد:2 صفحہ:338 رقم الحدیث: 7222 وسندہ حسن

ان احادیث کے علاوہ بھی کئی آثار ملتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے نماز دُرست ہوتی ہے، نہ کہ فاسد ہوتی۔

اِس سلسلہ میں احناف حضرات کچھ دلائل پیش کرتے ہیں اُن کا تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے

احناف ایک روایت سیّدنا امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ امام ابن ابو داؤد المتوفی (316 ہجری) نے کہا کہ:

حدثنا عبد الله، نا محمد بن عامر بن ابراهيم عن ابيه قال سمعت نهشل بن سعيد يحدث عن الضحاك عن إبن عباس قال: نهانا أمير المؤمنين عمر رضي الله عنه أن نؤم الناس في المصحف.

حضرت اِبن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: امیر المومنین حضرت عمر نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن مجید دیکھ کر پڑھائیں۔

کتاب المصاحف لابن ابی داؤد 1/651 بتحقیق محب الدین عبد السبحان۔

سند کی تحقیق:

سند موضوع (منگھڑت) ہے

پہلی علّت:

نھشل بنِ سعید کذاب

امام ابو داؤد طیالسی فرماتے ہیں کہ:

کان کذاب

یہ جھوٹا تھا۔

امام ابو حاتم الرازی اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ:

متروک الحدیث

محدثین نے اِس سے احادیث لینا چھوڑ دی تھیں

یحییٰ بن معین اور دار قطنی نے فرمایا کہ:

لیس بشیٔ

یہ کوئی چیز نہیں ہے

امام ابن حبان نے فرمایا کہ:

"ما لیس من احادیثھم لا یحل کتب"

اِس سے احادیث لکھنا جائز نہیں

تہذیب التنذیب لابن حجر العسقلانی 4/244

دوسری علّت:

2: ضحاک بن مزاحم الہلالی کی حضرت ابنِ عباس سے مُلاقات ثابت نہیں ہے۔

امام ابو بکر البیہقی فرماتے ہیں کہ:

"ھو منطع الضحاک لم یلق ابن عباس"

یہ سند منقطع ہے، کیوں کہ ضحاک نے ابنِ عباس سے مُلاقات ھی نہیں کی ہے۔

کتاب القراءۃ للبیہقی صفحہ: 197

امام شعبہ فرماتے ہیں کہ:

عن مشاش قال: قلت للضحاك سمعت من ابن عباس؟ قال لا، قلت رأيته؟ قال لا.

میں نے مشاش سے پوچھا کہ ضحاک نے ابنِ عباس سے سنا ہے؟ فرمایا نہیں، میں نے کہا کیا ابنِ عباس کو دیکھا ہے؟ فرمایا نہیں۔

امام ابو زرعۃ سے پوچھا گیا کہ:

"الضحاک سمع من ابن عباس ؟ قال لا،

کیا ضحاک نے ابنِ عباس سے سنا ہے ؟ فرمایا نہیں۔

تحفتہ التحصیل لابی زرعہ العراقی صفحہ: 155 بتحقیق عبد اللہ توراۃ

ثابت ہوا کہ یہ روایت سیّدنا عمر فاروق سے ثابت نہیں، بلکہ موضوع منگھڑت روایت ہے، لہٰذا سیّدنا عمر کا نماز میں قرآن کو دیکھ کر پڑھنے سے منع کرنا ایک جُھوٹ ہے،

اِسی طرح ایک روایت سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پیش کی جاتی ہے :

امام ابو بکر الخطیب البغدادی المتوفی (463ہجری) فرماتے ہیں کہ:

أخبرني محمد بن جعفر بن علان، حدثنا أبو إسحاق سعد بن محمد الصرفي حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة حدثنا أبو بلال الأشعري، حدثنا عبد السلام بن حرب، عن سفيان الثوري، عن عباس بن عمرو العامري، عن نعيم بن حنظلة البكري، عن عمار بن ياسر: "أنه كان يكره أن يؤم الرجل الناس بالليل في شهر رمضان في المصحف، قال هو من فعل أهل الكتاب"

نعیم بن حنظلہ کہتے ہیں کہ:
"عمار بن یاسر اس بات کو نا پسند کرتے تھے کہ کوئی رمضان کے مہینے میں لوگوں کو نماز پڑھائے اور قرآن مجید کی قرات دیکھ کر کرے، اور فرماتے تھے کہ یہ تو اہلِ کتاب کا عمل ہے۔
تاریخ بغداد، فی ترجمہ سعد بن محمد الصیرفی رقم: 4745
مذکورہ روایت بھی ضعیف ہے:
اوّل اس میں "ابو بلال اشعری" ضعیف ہے، امام دارقطنی المتوفی (385ہجری) نے کہا کہ:
أبو بلال الأشعري هذا ضعيف"
ابو بلال اشعری یہ ضعیف ہے،
سنن دارقطنی بتحقیق مجدی بن منصور الشوری (1/227)
امام ابن فرح الاشبیلی المتوفی (699 ہجری) نے کہا کہ:
ابو بلال اشعری لا یحتج بہ
ابو بلال اشعری سے دلیل نہیں پکڑی جائے
مختصر الخلافیات لابن فرح 1/227

امام البیہقی المتوفی (458ہجری) نے کہا کہ:
أبو بلال الأشعری لا یحتج بہ
ابو بلال اشعری سے دلیل نہیں پکڑی جائے گی
سنن الکبری للبیہقی بتحقیق عبد القادر عطاء حدیث رقم: 27962
امام محمد ناصر الدین الألبانی فرماتے ہیں کہ:
أبو بلال الأشعری ضعفہ ألدارقطني والحاکم
ابو بلال کو دار قطنی نے اور حاکم نے ضعیف کہا

ہے۔
سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ 607 /14
الثانیہ:
سفیان ثوری رحمہ اللہ مدلس ہیں اور مدلس کی "عن" والی روایت ضعیف ہوتی

ہے۔
چنانچہ اِمام ذھبی المتوفی (748 ہجری) فرماتے ہیں کہ:
"سفیان بن سعید الثوری ...کان یدلس عن الضعفاء"
سفیان ثوری ضعفاء (ضعیف راویوں) سے تدلیس کرتے تھے۔
میزان الأعتدال ترجمہ رقم 3322
پھر یہی امام ذھبی دوسری کتاب "الموقظہ" میں فرماتے ہیں کہ:
"وإن کان ذا تدلیس عن الضعفاء فمردود"
جو مدلس راوی ضعفاء سے تدلیس کرتا ہے (اُس کی عن والی روایت) مردود ہوگی،
کتاب الموقظہ للذھبی صفحہ: 199
پس ثابت ہوا کہ یہ روایت بھی ضعیف ہے، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے یہ قول ثابت نہیں ہے۔
خلاصہ کلام:
کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ نماز میں دیکھ کر قرآن مجید پڑھنے سے نماز فاسد یا باطل ہو جاتی ہے۔

اصول حدیث مقدمہ ابنِ صلاح

مرتب: حیدر علی السلفی

سوال نمبر 11 موقوف کی تعریف اور اس کی اقسام بیان کریں؟

جواب صحابہ کرام کے اقوال وافعال کو موقوف روایات سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کی دو اقسام ہیں

❶ **موقوف متصل**: صحابہ کرام کے ایسے اقوال وافعال جن کے سلسلہ سند میں صحابی تک کوئی راوی محذوف نہ ہو۔

❷ **موقوف غیر متصل**: صحابی تک کے سلسلۂ سند میں کوئی راوی محذوف ہو۔

صحابی کے علاوہ تابعین کے اقوال وافعال کو بھی بعض محدثین نے موقوف کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لیکن اسے مقید کر دیتے ہیں جیسے **وقفه فلان علی فلان**

بعض فقہاء کے نزدیک موقوف کا دوسرا نام "اثر" بھی ہے جبکہ محدثین کے ہاں یہ اصطلاح اس معنی میں معروف نہیں ہے۔

صحابی اگر **کنا نفعل کذا یا کنا نقول کذا** کہتا ہے اور اسے رسول ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتا تو یہ بھی موقوف روایات میں شامل ہوگی۔

سوال نمبر 12 محدث ابن الصلاح نے مرسل کی جو تعریفات بیان کی ہیں انہیں اپنے الفاظ میں بیان کریں؟

جواب محدث ابن الصلاح نے مرسل کی چار تعریفیں ذکر کی ہیں جن میں ایک متفق علیہ اور تین مختلف فیہ ہیں۔

❶ ایک بڑا تابعی جس نے بے شمار صحابہ کرام سے ملاقات کی ہو جیسا کہ عبید اللہ بن عدی اور سعید بن مسیب اگر اس طرح کا تابعی درمیان سے صحابی کا واسطہ چھوڑ کر روایت بیان کرے اور براہ راست رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرے تو اسے مرسل کہا جاتا ہے محدثین کے ہاں یہ قسم متفق علیہ ہے۔

❷ اگر سلسلۂ سند تابعی سے پہلے پہلے منقطع ہو گیا تو ایسی روایت کو مرسل شمار کرنے کے متعلق اختلاف ہے۔ امام حاکم کے نزدیک یہ منقطع ہے کیونکہ مرسل کے لئے کسی تابعی کا رسول اللہ ﷺ سے نقل کرنا ضروری ہے فقہاء احناف اور محدثین میں سے خطیب بغدادی نے بھی اسے مرسل شمار کیا ہے۔

❸ صغار تابعین جنہوں نے صرف ایک یا دو صحابہ کرام سے ملاقات کی ہے اور ان کی بیشتر روایات تابعین کرام سے ہیں جیسا کہ ابو حازم اور یحییٰ بن سعید وغیرہ اگر اس طرح کے تابعین کسی روایت کو

نبی اکرم ﷺ کے حوالہ سے بیان کریں تو اس کے متعلق بھی محدثین کا اختلاف ہے بعض اسے مرسل کہتے ہیں جبکہ کچھ محدثین اسے منقطع کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

④ سلسلہ سند میں کسی راوی کا مبہم طور پر ذکر آجائے۔ مثلاً **فلان عن رجل عن النبی** ﷺ اس کے متعلق بھی محدثین کا اختلاف ہے امام حاکم نے "معرفۃ علوم الحدیث" میں بیان کیا ہے کہ اس طرح کی روایات مرسل نہیں کہلائیں گی جب کہ بعض فقہاء نے اسے بھی مرسل کی قسم میں شامل کیا ہے ہمارے نزدیک اس میں ذرا تفصیل ہے۔

اگر کوئی راوی مطلق طور پر یوں کہتا ہے کہ **فلان عن رجل عن النبی** ﷺ تو ایسی روایت قابل قبول نہیں کیونکہ مبہم راوی کے متعلق کوئی پتہ نہیں کہ وہ تابعی ہے یا صحابی ہے، اگر وہ تابعی ہے تو ثقہ ہے یا غیر ثقہ

اگر **رجل** کے ساتھ **من اصحاب النبی** ﷺ کا اضافہ کرتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ وہ عن کے ساتھ بیان کرتا ہے یا اس سے روایت لینے اور سننے کی تصریح کرتا ہے اگر صرف یوں کہتا ہے **فلان عن رجل من اصحاب النبی** ﷺ تو اس روایت کے متعلق توقف کیا جائے گا اور اگر یوں کہتا ہے کہ **سمعت یا اخبرنی رجلٌ من اصحاب النبی** ﷺ تو تمام محدثین کے نزدیک یہ روایت قابل حجت اور لائق عمل ہے۔

سوال نمبر 13 مرسل اور منقطع میں کیا فرق ہے نیز مرسل الصحابی کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

جواب محدثین نے مرسل اور منقطع میں چار طرح سے فرق کو بیان کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

① امام حاکم کے نزدیک مرسل روایت تابعین کے ساتھ خاص ہے اور منقطع یہ ہے کہ سلسلہ سند میں کسی بھی جگہ انقطاع آجائے۔ پھر ان کے نزدیک انقطاع کی دو اقسام ہیں :

(ا) درمیان سے کسی راوی کو بایں طور حذف کر دیا جائے کہ اس کو تعیین یا ابہام کے طور پر بھی ذکر نہ کیا جائے۔

(ب) درمیان میں کسی راوی کا تذکرہ صرف مبہم طور پر ہو اور اس کی تعیین نہ کی جائے۔

② ابن عبد البرؒ کے نزدیک بایں طور فرق کیا گیا ہے کہ مرسل روایات تو تابعین کے ساتھ

مخصوص ہیں جبکہ منقطع روایات مرسل اور اس کے علاوہ دیگر روایات کو بھی شامل ہیں ان کے نزدیک جس کی سند متصل نہ ہو وہ منقطع ہے خواہ اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہو یا کسی اور کی طرف۔

❸ علامہ خطیب بغدادی اور دیگر فقہاء احناف کے نزدیک منقطع اور مرسل میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے پر صادق آتی ہیں ان کے نزدیک جس روایت میں کہیں بھی انقطاع آجائے وہ منقطع اور مرسل ہے۔

❹ بعض محدثین نے اس فرق کو یوں واضح کیا ہے کہ تابعی اگر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتا ہے تو یہ مرسل ہے اور تابعین، تبع تابعین اور دیگر ائمہ دین کے اقوال و افعال منقطع روایات میں شامل ہیں۔ لیکن منقطع کی یہ تعریف درست نہیں ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک ایسی روایات مقطوع کہلاتی ہیں۔

مرسل الصحابی ایسے صحابہ کرام جنہوں نے صغر سنی میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو وہ اگر کسی روایت کو رسول اللہ ﷺ سے نہ سننے کے باوجود براہ راست آپ سے بیان کرتے ہیں تو اسے مرسل الصحابی کہتے ہیں۔ اس طرح کی روایات موصول کے حکم میں ہیں کیونکہ ان کی بیشتر روایات صحابہ کرام سے ہی مروی ہوتی ہیں اگر کسی صحابی کا نام روایت کرتے وقت بیان نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ محدثین کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ **الصحابة کلهم عدول** یعنی صحابہ کرام سب کے سب راست باز اور دیانت دار ہیں۔ اگرچہ بعض صغار صحابہ نے تابعین کبار سے بھی روایات لی ہیں لیکن ایسی روایات کا تعلق اسرائیلیات یا حکایات یا موقوف روایات سے ہے واضح رہے کہ بعض صحابہ کرام نے تابعین کے واسطہ سے بھی مرفوع روایات بیان کی ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔

سوال نمبر 14 مسائل و احکام میں مرسل روایت حجت ہے یا نہیں تفصیل سے بیان کریں؟

جواب اصولی طور پر مرسل روایت ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے کیونکہ اس میں قبولیت کی شرائط میں سے دو شرائط معدوم ہیں یعنی ایک سند کا متصل ہونا دوسرا محذوف راوی کی جہالت کیونکہ ممکن ہے کہ محذوف راوی صحابی ہو یا تابعی ہو اگر وہ تابعی ہے تو اس کے ضعیف اور ناقابل اعتبار ہونے کا بھی احتمال ہے لیکن یہ انقطاع اپنے اندر ایک الگ نوعیت رکھتا ہے کیونکہ اکثر اوقات مرسل روایات میں صحابی کا واسطہ ہی محذوف ہوتا ہے جو قبولیت کے لئے رکاوٹ نہیں ہے اس بناء پر محدثین کے ہاں حجیت مرسل کے متعلق تین آراء ہیں۔

❶ جمہور محدثین اور دیگر فقہاء عظام مرسل روایات کو نا قابل اعتبار خیال کرتے ہیں

❷ بعض فقہاء مطلق طور پر مرسل روایات کو قابل حجت سمجھتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں۔

ا) جب ایک ثقہ راوی بڑے وثوق سے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ سے ایک روایت بیان کرتا ہے تو حسن ظن رکھنا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ سے ضرور کسی صحابی نے سنا ہوگا جس کا سند میں ذکر نہیں آسکا۔

ب) ظاہر یہی ہے کہ تابعین عظام نے ذخیرہ احادیث حضرات صحابہ کرام سے حاصل کیا ہے اور صحابہ کرام سب کے سب ثقہ اور عادل ہیں لہذا اگر ان کا ذکر سلسلہ سند میں نہ آئے تو کوئی حرج نہیں۔

ج) پہلی تین صدیاں جن کے متعلق خود رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون ہونے کی شہادت دی ہے اس شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرسل روایات بیان کرنے والے انتہائی راست باز اور عادل لوگ ہیں جب ہمیں ان کی جرح کے متعلق کوئی علم نہیں تو یقیناً وہ ثقہ ہوں گے اور ان کی بیان کردہ روایات قابل قبول ہوں گی۔

❸ بعض محدثین نے مشروط طور پر مرسل روایت کو قابل حجت تسلیم کیا ہے مثلاً امام مالک کے نزدیک وہ مرسل روایت قابل حجت ہے جو ایسے راوی سے بیان کی گئی ہو جو ہمیشہ ثقہ راویوں سے روایت لیتا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ مرسل روایت قابل حجت ہوتی ہے جس کا بیان کرنے والا پہلی تین صدیوں میں سے ہو اس سلسلہ میں حضرت امام شافعیؒ کی بات آخری اور فیصلہ کن ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرسل روایت کے قبول کرنے کے لئے چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ان میں سے تین شرائط راوی سے متعلق ہیں اور ایک شرط اس روایت سے متعلق ہے تفصیل یہ ہے :

وہ شرائط جو راوی سے متعلق ہیں :

❶ مرسل روایت بیان کرنے والا بڑا تابعی ہو۔

❷ جب کبھی کسی محذوف واسطے کا ذکر کرے تو وہ واسطہ بھی ثقہ ہو۔

❸ جب دوسرے محدثین روایت بیان کرنے میں اسکے شریک ہوں تو وہ اسکی مخالفت نہ کریں۔

❹ وہ شرط جس کا روایت سے تعلق ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ روایت کسی اور طریقہ سے بھی مروی

ہویا اس کا بیان کسی صحابی کے قول کے مطابق ہویا اس کے بیان کے مطابق اکثر اہل علم کا فتویٰ ہو۔

جب یہ شرائط کسی مرسل روایت میں پائی جائیں گی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ مرسل روایت صحیح اور قابل حجت ہے بصورت دیگر مرسل روایت ضعیف کی اقسام میں شمار ہو گی۔

سوال نمبر 15 معضل کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کریں جسے محدث لن الصلاح نے لغوی طور پر مشکل کہا ہے؟

جواب لغوی طور پر یہ "أَعْضَلَ" کا اسم مفعول ہے جس کا معنی تھکا ماندہ ہے لن الصلاح نے لغوی طور پر اس کی توجیہ کو مشکل قرار دیا ہے کیونکہ اس کا مجرد لازم استعمال ہوتا ہے اور باب افعال میں اسے متعدی استعمال ہونا چاہئے تھا لیکن اسے باب افعال میں بھی لازم استعمال کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ باب افعال لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور اس مقام پر "عَضَلَ" اور "أَعْضَلَ" دونوں استعمال ہوتے ہیں۔

اصطلاحاً: معضل اس کو کہتے ہیں جس کی سند سے مسلسل دو یا زیادہ راوی حذف ہوں یہ بھی منقطع کی خاص قسم ہے لیکن ہر منقطع روایت کو معضل نہیں کہا جائے گا۔

اس کی اقسام

❶ ایک تبع تابعی کسی روایت کو براہ راست نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتا ہے چونکہ اس میں تابعی اور صحابی کا واسطہ چھوڑ دیا ہے اس بناء پر اسے معضل کہا جاتا ہے۔

❷ اگر کوئی محدث "بَلَغَنِي" کے لفظ سے حدیث بیان کرتا ہے اور پوری سند کا حوالہ نہیں دیتا اسے بھی معضل کہتے ہیں مثلاً امام مالک کے بلاغات مشہور ہیں۔

❸ عام مصنفین اور فقہاء جو سند کے بغیر احادیث بیان کرتے ہیں محدثین کرام نے ایسی روایات کو بھی معضل کہا ہے البتہ خطیب بغدادی اس طرح کی روایات کو مرسل کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ہر وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو مرسل کہلاتی ہے۔

❹ ایک تبع تابعی اپنے استاد سے حدیث بیان کرتا ہے اور سند میں صحابی اور نبی اکرم ﷺ کا حوالہ نہیں دیتا بلکہ اس کے بغیر موقوف کر دیتا ہے اسی بھی معضل کہتے ہیں۔ مثلاً اعمش **شعبی** سے بیان کرتے ہیں

يقال الرجل يوم القيامة......الخ

❶ ایک تبع تابعی کسی روایت کو براہ راست نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتا ہے چونکہ اس میں تابعی اور صحابی کا واسطہ چھوڑ دیا ہے اس بناء پر اسے معضل کہا جاتا ہے۔

❷ اگر کوئی محدث "بَلَغَنِی" کے لفظ سے حدیث بیان کرتا ہے اور پوری سند کا حوالہ نہیں دیتا اسے بھی معضل کہتے ہیں مثلاً امام مالک کے بلاغات مشہور ہیں۔

❸ عام مصنفین اور فقہاء جو سند کے بغیر احادیث بیان کرتے ہیں محدثین کرام نے ایسی روایات کو بھی معضل کہا ہے البتہ خطیب بغدادی اس طرح کی روایات کو مرسل کہتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ہر وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو مرسل کہلاتی ہے۔

❹ ایک تبع تابعی اپنے استاد سے حدیث بیان کرتا ہے اور سند میں صحابی اور نبی اکرم ﷺ کا حوالہ نہیں دیتا بلکہ اس کے بغیر موقوف کر دیتا ہے اسی بھی معضل کہتے ہیں۔ مثلاً اعمش شعبی سے بیان کرتے ہیں

یقال الرجل یوم القیامة......الخ

حالانکہ یہ حدیث جب دوسرے طرق سے بیان کی جاتی ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں چونکہ اعمش نے صحابی اور نبی کا واسطہ چھوڑ دیا ہے اسے بھی معضل کہا جاتا ہے۔

آخری قسط ۔۔۔۔ مکمل

السیف السلفی، فی تعریف الناصبی
فیض عالم صدیقی کا رد

طلحہ السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

ناصبی کون ہیں؟

عربی لغت کی مشہور کتاب "القاموس" میں ناصبی کی تعریف اس طرح ہے کہ:

الناصبة والنواصب واهل النصب، المتدينون ببعض علي بن ابي طالب.

ناصبی جس کی جمع نواصب ہے اور اس کے لیئے ناصبہ اور ناصبیہ بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ ناصبی لوگ علی سے بغض رکھتے ہیں،

القاموس صفحہ: 752

اس کی اصطلاحی تعریفات ایک سے زائد ہیں جن میں سے معروف درج ذیل ہیں: عبد الرحمن الجبرین فرماتے ہیں کہ:

ويتبرأون أيضا من طريقه النواصب، الذين يعادون أهل البيت عليا وذريته ويسبونهم.

یعنی اسی طریقے سے ہم (اہل السنہ) اعلان برات کرتے ہیں ناصبیوں سے جو دشمنی رکھتے ہیں اہلِ بیت علی سے، اور آپ کی نسل سے، اور اُن کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔

التعلیقات الزکیہ

علامہ زمخشری لکھتے ہیں :

بغض علي و عداوته

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض و عداوت کا نام ناصبیت ہے ۔

المسائل الاعتزالیہ الزمخشری: 1/950

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

النواصب بغض علی.

ناصبی وہ ہیں جو علی سے بغض رکھتے ہیں

ھدی الساری صفحہ: 1239

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

النواصب : الذين يوذون اهل البيت بقول و عمل.

یعنی ناصبی وہ ہیں جو اہل بیت کو تکلیف دیتے ہیں قول سے یا عمل سے، (کسی بھی طریقے سے)

مجموع الفتاویٰ: 3:154

خلاصہ کلام:

ہر وہ شخص ناصبی ہے جو سیدنا علی بن ابی طالب رضہ اللہ عنہ یا آپ کے گھر والوں سے بُغض رکھتا ہے آپ سے بُغض رکھنا ناصبیت ہے، اور آپ کی شان میں غلو کرنا رافضیت ہے۔

لیکن ہم اہل السنہ اہل الحدیث دونوں چیزوں سے پاک ہیں اور ہم اعتدال کی راہ کو اپناتے ہیں، یعنی نہ کسی کی شان میں غلو کرتے ہیں، اور نہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرتے ہیں۔

مسلم علمی کتابی یا مریض دماغی ہے

محمد بلال ربانی سیالکوٹی

جہلم سے مرزا محمد علی جہلمی گزشتہ دس سالوں سے یوٹیوب پر سوشل میڈیا صارفین میں ایک ایسے مذہبی دانشور کے طور پر معروف ہیں جس کا یہ ماٹو ہے " نہ میں بابی نہ میں وہابی میں ہوں مسلم علمی کتابی" پیشے کے لحاظ سے انجینئر اور اٹامک انرجی میں بھاری تنخواہ وصول کرنے والے سرکاری ملازم ہیں مرزا محمد علی کی زندگی کا سب سے خوش کن امر یہ ہے کہ وہ بہترین ملازمت اور اچھی آمدن کے باوجود بغیر کسی مالی فتنے میں مبتلا ہوئے خدمت دین کے مشن سے وابستہ ہیں 2010 سے یوٹیوب پر ویڈیوز لیکچر پیش کرتے ہیں۔

مولانا محمد الیاس قادری عطاری کی دعوت اسلامی سے آغاز کرنے والے مرزا محمد علی تلاش حق کی خاطر بھٹکے مسافر کی طرح صحرا نوردی میں مصروف ہیں اور ابھی تک اپنے لیے کسی درست سمت کا تعین کرنے میں ناکام ہیں مولانا محمد الیاس قادری عطاری کی تحریک پسند نہ آئی چلتے بنے محدث العصر شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی مجلس کے خوشہ چینی کا بھی دعویٰ ہے

مرزا جی نکلے تو حق کی تلاش میں تھے لیکن ویوز اور سبسکرائبر نے موصوف کے دماغ شریف کو ایسا آسمانوں پر پہنچایا کہ خود کی دکان سجا کے بیٹھ گئے اور لگے اپنا مال بیچنے۔

ہم ایک ایسے معاشرے کا حصہ ہیں کہ جہاں جعلی ڈگری والا کسی سرکاری یا
نجی ادارے میں بڑا عہدہ تو کیا کہیں نائب قاصد رہنے کا بھی اہل نہیں ہوتا
ہر ادارے میں بھرتی سے پہلے ڈگری یا سرٹیفکیٹ دکھانا لازمی شرط ہے
لیکن دین ہی ایسا مظلوم ہے کہ کہ جس کے ترجمان کے لیے کوئی سند ،
ڈگری ، سرٹیفکیٹ اور نہ ہی کسی تربیتی ورکشاپ کی ضرورت ہے بس گلے
کے تار یا پھر صاحب گفتار ملمع ساز انتہا درجے کا ہونا چاہیئے مرزا جی کو بھی
یہی سہولت میسر ہے دیگر مسلکی ، مذہبی خطیبوں کی طرح وہ بھی اپنی ملمع
سازی اور خود فریبی کے ساتھ دکان سجائے بیٹھے ہیں مال دھڑا دھڑ بن رہا
ہے۔

بزعم خود مرزا جی اتحاد امت کے بہترین قائل ہیں جو کچھ کر رہے ہیں اس
کا مقصد امت کا اتحاد ہے اسی لیے محرم میں کالے لباس کالی دستار ، ربیع
الاول میں سبز قبا میں نمودار ہوتے ہیں ضرورت پڑنے پر ماتمی جلوسوں کو
جائز قرار دیتے ہیں تو نظریہ ضرورت کے تحت ربیع الاول میں جشن عید
میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکلتے جلوسوں کے بھی قائل دکھائی
دیتے ہیں اور اسی نظریہ ضرورت کے تحت اہل الحدیث کو سچے عشاق نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دے ڈالتے ہیں۔

گزرتے ایام کے ساتھ ساتھ مرزا محمد علی کی شخصیت بھی نکھرتی چلی جارہی
ہے اور اس کے تمام پیچ و خم کھلے جارہے ہیں " نہ میں بابی نہ وہابی " کا
نعرہ لگانے والے مرزا جی لاشعوری میں یہ نعرہ لگاتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت
ہے کہ وہ خود اندر سے بہت بڑے "بابی" ہیں "مسلم علمی ، کتابی" کے
زعم میں ان سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہ سکا۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر سنگریزی کرتے اگر کسی کو دیکھنا ہو تو وہ ہیں ہمارے مرزا محمد علی کہ جن کی سنگ باری سے عام شخصیات تو کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تک محفوظ نہیں رہ سکی "دفاع اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین" کی آڑ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کے لیے تنقید کا مرغوب ترین موضوع تو ہیں ہی اب تو دیگر اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ خود خاتمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ تک محفوظ نہیں ہے اور پھر اپنے دعاوی کو سچ ثابت کرنے کے لیے اہل علم کی مجلس میں بھی نہیں آتے۔

مرزا جی اپنے ایک خطاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین مکہ کی زبان میں کل کا چھوکرا بیان کرتے ہیں خدا جانے مرزا جی کے علم میں یہ کہاں سے آیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ چالیس سے اوپر گزرنے کے باوجود لوگ آپ کو ایک کھلنڈرے نوجوان کی طرح سمجھتے ہوئے استغفرُللہ العیاذ باللہ چھوکرا سمجھتے تھے مرزا محمد علی اس سے بھی کئی قدم آگے بڑھتے ہیں اور اپنے روایتی زور دار انداز میں کہتے ہیں سورہ النجم کی آیت کریمہ "ومایَنطق عن الھوی" صرف قرآن مجید کے متعلق ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر باتوں کے لیے نہیں اسی بناء پر مرزا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو "اجتہادی" خطا کار قرار دینے کی انتہائی بھونڈی جسارت کرتے ہیں۔

عام علماء کرام سے زیادہ خود کو عالم اور عربی زبان کا ماہر سمجھنے والے مرزا صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "اجتہادی" خطا کار قرار دینے سے پہلے قرآن مجید کا مطالعہ ہی کرلیا ہوتا کہ جہاں اللہ کریم نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے متعلق اس دعوے کے بعد مرزا جی کا اگلا قدم مجھے انکار حدیث کی جانب اٹھتا محسوس ہورہا ہے۔

مرزا محمد علی ایسی پراسرار شخصیت ہیں کہ جن کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ قرآن مجید کے بہترین قاری ہیں لیکن سامنے رکھے مصحف سے قرات میں غلطیاں اور وہ بھی کیمرے کے سامنے کر جاتے ہیں۔

مرزا جی کا شکار وہ لوگ ہیں جن کا تعلق سوشل میڈیا سے ہے اور وہ دیگر ضروریات زندگی کی طرح دین خالص بھی یوٹیوب ہی سے تلاش کرتے ہیں ایسے لوگ مرزا جی کو مجدد تک قرار دینے سے نہیں ہچکچاتے حالانکہ مرزا جی کی تجدیدی تحریک کا بھانڈا علماء کرام خصوصاً ڈاکٹر حافظ ابو یحییٰ نورپوری اور ڈاکٹر حافظ زبیر احمد نے بطریق احسن بیچ چوراہے ایسا پھوڑا ہے کہ مرزا جی اپنی ہفوات کو سچ ثابت کرنے کی خاطر اپنے بند کمرے سے باہر نہیں آسکے اور سنگ باری کا مشن بھی پوری آب وتاب کے ساتھ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

انجنیئر محمد علی مرزا کے تعارف میں اتنا ہی کافی ہے کہ جناب کی کل قابلیت یوٹیوب پر سبسکرائبر ویوز منتشر خیالات اور خود نمائی کا ایسا شوق کہ "میں ہوں مسلم علمی کتابی" آڑ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ پر حرف بلند کرنے سے گریزاں نہیں ہوتے مرزا جی ایسے پھسلے کہ اپنی ایک علمی تحقیقی مجلس میں قادیانیوں کی وکالت تک کر گئے۔

مرزا ثانی کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے

علی مرزاجاہل کی سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی توہین

اپنے لیکچر میں علی مرزاجاہل نے سیدنا ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کی توہین کی ہے۔وہ ظالم آپ کی ذاتِ گرامی پر بہتان تراشی کرتے ہوئے صحیح مسلم کی ایک حدیث کے بیان میں کہتا ہے :

"ابو سفیان کلمہ پڑھنے کے بعد جب وہاں (سیدنا بلال،سیدنا سلمان فارسی،سیدنا صہیب رضی اللہ عنہم کے پاس) سے گزرا ۔ان کو بھی پتا تھا ،یہ مسلمان ہو چکا ہے۔تو حضرت بلال نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ کی تلواروں نے دشمن خدا سے ابھی تک حق قبول(وصول؟)نہیں کیا۔"

(مسئلہ 96، وقت 42:12 تا 44:52)

یہ ظالم اپنی جہالت و ضلالت کی وجہ سے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہوئے صحابہ کے متعلق مسلمانوں میں بدگمانی پیدا کرنے کی مذموم اور ناکام کوشش کر رہا ہے۔

اس جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ سیدنا ابو سفیان نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا،جبکہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے کا ہے۔جب سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے۔

اسی حدیث کی شرح میں شارحِ صحیح مسلم ،علامہ نووی(631-676ھ) بڑی صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں :

وَہٰذَا الْإِتْیَانُ لِأَبِي سُفْیَانَ کَانَ وَہُوَ کَافِرٌ فِي الْہُدْنَۃِ بَعْدَ صُلْحِ الْحُدَیْبِیَۃِ .

"ابو سفیان کی یہ آمد حالتِ کفر میں ہوئی تھی۔یہ صلح حدیبیہ کے بعد (مسلمانوں اور کفار کے مابین)معاہدے والا زمانہ تھا۔"

(شرح النووي علی صحیح مسلم : 66/16)

ملا علی قاری حنفی(المتوفی 1014ہجری)اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں :

لَقَدْ أَغْضَبْتَ رَبَّکَ، أَيْ حَیْثُ رَاعَیْتَ جَانِبَ الْکَافِرِ بِرَبِّہٖ .

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابو بکر رضی اللہ عنہ سے)فرمایا : آپ نے اپنے ربّ کو ناراض کیا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ آپ نے(صحابہ کے مقابلے میں)اپنے ربّ کے ساتھ کفر کرنے والے کی طرف داری کی ہے۔"

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح : 4006/9)

یعنی ابوسفیان اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے،جب صحابہ نے انہیں اللہ کا دشمن کہا تھا۔

اس کے برعکس علی مرزا کہتا ہے کہ ابو سفیان مسلمان ہو گئے تھے،ان کے مسلمان ہونے کا علم ان صحابہ کو تھا،پھر بھی صحابہ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ کے دشمن کے الفاظ استعمال کیے۔معاذاللہ!

مرزا جی کو سوشل میڈیا پر ایک بڑی تعداد چاہنے والوں کی میسر ہے جو مرزا جی کو ایک بہت بڑا بابا مانتی ہے ایسے لوگ کہ جن کے نزدیک بابا جی بہت بڑی ایٹم ہیں ان سے درخواست ہے اپنے بابے کی بات پر عمل کرتے مسلم علمی کتابی بنئے اور دین کو خود بھی پڑھئے سمجھئے اور علماء کرام سے سیکھئے تاکہ علمی کتابی کی حقیقت واضح ہو سکے۔

الحمد للہ وحدہ والصلاۃ والسلام علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ

وأصحابہ ومن تبعھم بإحسان إلی یوم الدین.

امابعد:

یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِن جَلَابِیبِهِنَّ

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن یُعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِیمًا.
سورہ الاحزاب :59

اے نبی
اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے چہروں پر نقاب ڈالا کریں، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں پھر نہ ستائی جائیں، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

شیعہ روافض کا یہ دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک ہی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں،اس کے علاوہ کوئی دوسری بیٹی نہیں تھی، جبکہ قرآن مجید اس بات کا رد کرتا ہے جیسا کہ پہلے سورہ الاحزاب آیت 59 میں واضح کر دیا گیا ہے،شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین بیٹیوں سیدہ زینب،سیدہ رقیہ،سیدہ ام کلثوم کا بنات رسول ہونے سے انکار کرتے ہیں، ہم نے شیعہ کی معتبر کتب حدیث، تاریخ ،فقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں کو ثابت کیا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہیں والحمدللہ۔

ایک اعتراض

شیعہ اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ کی نکاح کے وقت عمر 25 سال تھی چار سال بعد بیٹا قاسم پیدا ہوا، چالیس سال بعد نبوت ملی 25 میں 4 سال قاسم کی پیدائش کے شامل کریں، 29 سال اور اب 40 سال میں سے پہلے 29 سال نکال لیں، باقی 11 سال رہ جاتے ہیں اب کون پاگل ہے جو یہ کہتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان 11 سالوں کے اندر اندر تین بیٹیوں کا نکاح کر دیا کیونکہ اسی لیے ہی تو کفار سے ان کے نکاح قبل از نبوت ثابت ہوتے ہیں ۔

شیعہ کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

وَتَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَهُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَعِشْرِينَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ الْقَاسِمُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَأُمُّ كُلْثُومٍ وَوُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَالطَّاهِرُ وَفَاطِمَةُ وَرُوِيَ أَيْضاً أَنَّهُ لَمْ يُولَدْ بَعْدَ الْمَبْعَثِ إِلَّا فَاطِمَةُ .

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح خدیجہ سلام اللہ علیہا سے ہوا، جب آپ صلی کی عمر بیس اور کچھ سال تھی، تو بعثت سے قبل ان کو ان سے اولاد میں قاسم اور رقیہ اور زینب اور ام کلثوم ملے اور بعثت کے بعد طیب اور طاہر اور فاطمہ علیہا السلام، اور روایت کی گئی ہے کہ ان کی کوئی اولاد نہ ہوئی بعثت کے بعد سوائے فاطمہ علیہا السلام۔

الغیبتہ للطوسی جلد: 1صفحہ: 409

شیعہ محدثین کے نزدیک نکاح کے وقت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال نہیں بلکہ بیس سال تھی والحمدللہ، جواب ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا جواب۔

اس اعتراض میں کئی مغالطے ہیں، پہلا مغالطہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے چار سال بعد بیٹا قاسم پیدا ہوا یہ بات باسند ثابت نہیں ہے، دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ یہ بھی کہیں سے باسند ثابت نہیں ہے کہ فقط چالیس سال کے اندر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیوں کے نکاح کر دیئے تھے۔

دوسرا جواب۔
جواب سے پہلے چند سوالات ملاحظہ فرمائیں۔
سیدہ فاطمہ کے نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کتنی تھی۔؟
جب سیہ فاطمہ کا نکاح ہوا اس وقت سیدہ فاطمہ کی عمر کتنی تھی؟
ان سوالات کے بعد عرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے اعلان کے بعد بھی اپنی بیٹیوں کے نکاح ان سے کئے ہیں جو اس وقت اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے، کیونکہ اللہ تعالی نے نکاح کے امور کافی بعد نازل فرمائے۔
جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:
وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ.
سورہ البقرہ :221
اور شرک کرنے والی عورتوں سے تا وقت تک وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو ایمان والی لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہت بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں، ایمان والا غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، بے شک مشرک تمہیں اچھا لگے۔ یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے، وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرما رہا ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔
جو شیعہ کہتے ہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹیاں کفار کے نکاح میں دے دیں
ان سے عرض ہے کہ:
سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی کون تھیں ؟
سیدنا نوح علیہ السلام کی بیوی کون تھیں؟

سیدنا ایوب کی طلاق لینے والی بیویاں کون تھیں؟
فرعون ظالم کی بیوی سیدہ آسیہ کون تھیں؟
جو جواب آپ کا ہو گا وہ ہی ہمارا جواب ہے،الغرض سورہ البقرہ بالاتفاق مدنی سورتوں میں سے ہے، مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی پہلی سورہ ہے یہ سورہ تو سیدہ فاطمہ کے بھی نکاح کے بعد نازل ہوئی ہے۔
لہذا یہ اعتراض باطل قرار پایا و الحمد للہ ، سیدنا علی المرتضیٰ نے اپنی پیاری بیٹی سیدہ امِ کلثوم بنت فاطمہ کا نکاح بارہ سال کی عمر میں کیا،یہ ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ شیعہ کی معتبر کتب سے بیس روایات پیش کر کے ثابت کیا ہے دیکھیے ماہنامہ منہاج الحدیث شمارہ نمبر 3، شیعہ اپنے دجالی حساب سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اتنی عمر میں نہ تو بیٹیاں ثابت ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کے نکاح ثابت کیے جا سکتے ہیں، ہم نے اس منطق کو بھی باطل ثابت کر دیا ہے،اصول کافی میں لکھا ہے:
فاطمہ بنت محمد،رسول خدا کی بعثت کے پانچویں سال میں پیدا ہوئیں اور رسول کے بعد 75 دن بعد آپ نے رحلت فرمائی
اصول کافی جلد 3 صفحہ:46
یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب پنتالیس سال تھی اس وقت سیدہ فاطمہ پیدا ہوئیں،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تریسٹھ سال تھی،اب پنتالیس سال کو تریسٹھ سال سے نکال دیا جائے تو بقیہ اٹھارہ سال بچ جائیں گے، سیدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد 75دن زندہ رہیں، سوال یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کی عمر نکاح کے وقت کتنی تھی؟
اس کا جواب بھی اصول کافی میں موجود ہے،اصول کافی میں لکھا ہے:
رسول خدا کے جانے کے بعد اس دنیا سے آپ نے رحلت فرمائی اس وقت آپ کی کل عمر اٹھارہ سال تھی۔
اصول کافی جلد 3:صفحہ :46: باب: 114 فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کی ولادت کے بارے میں،الشافی ترجمہ اصول کافی مطبوعہ مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
سیدہ فاطمہ کے تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں اس حساب سے اگر دیکھا جائے تو سیدہ فاطمہ کی عمر مبارک نکاح کے وقت بارہ یا تیرہ برس ثابت ہوتی ہے، جب نبوت کے بعد پیدا ہو کر سیدہ فاطمہ کا نکاح ہو سکتا ہے تو پھر باقی بیٹیوں کی پیدائش اور نکاح ثابت کیوں نہیں ہو سکتے؟

نقتہ:

بقول شیعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے چار سال بعد بیٹا قاسم پیدا ہوا، اور پھر نبوت کے پانچویں سال سیدہ فاطمہ پیدا ہوئیں، پھر سوال یہ ہے کہ 29 سال اور 45 سال کے درمیان جو سولہ سال ہیں ان میں کونسی اولاد پیدا ہوئی؟ کتنے بیٹے؟ کتنی بیٹیاں؟ کب اور کہاں؟ الغرض اب آپ تفصیل سے شیعہ کتب کی وہ عبارات ملاحظہ فرمائیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا چار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

1-ثبوت

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى الْقَاسِمِ وَ الطَّاهِرِ ابْنَيْ نَبِيِّكَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى رُقَيَّةَ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَ الْعَنْ مَنْ آذَى نَبِيَّكَ فِيهَا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى أُمِّ كُلْثُومٍ بِنْتِ نَبِيِّكَ وَ الْعَنْ مَنْ آذَى نَبِيَّكَ فِيهَا.

موسی کاظم رحمہ اللہ نے فرمایا، اے اللہ ﷻ! سلامتی بھیج اپنے نبی کے بیٹے قاسم اور طاہر پر، اے اللہ ﷻ! سلامتی بھیج رقیہ پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے اور لعنت کر اس پر جس نے اسکے ذریعے تیرے نبی کو اذیت دی، اے اللہ ﷻ سلامتی بھیج ام کلثوم پر جو تیرے نبی کی بیٹی ہے اور لعنت کر اس پر جس نے اسکے ذریعے تیرے نبی کو اذیت دی۔

تہذیب الاحکام جلد:3صفحہ: 120

سند کی تحقیق:

شیخ طوسی نے اس روایت کو تہذیب الاحکام میں صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ تہذیب الاحکام ہماری کتب اربعہ میں سے ایک ہے۔ اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کا ذکر ہو رہا ہے، رقیہ اور ام کلثوم، سلام اللہ علیہا یہ روایت صحیح الاسناد ہے۔

2-ثبوت:

أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنِ الْحَلَبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ وَ أُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ فَتَزَوَّجَهَا بَعْدَ عَلِيٍّ ع الْمُغِيرَةُ بْنُ نَوْفَلٍ.

امام صادق رحمہ اللہ سے جنھوں نے فرمایا کہ ان کے والد امام باقر نے ان سے بیان کیا تھا امامہ بنت ابی عاص بن ربیع جن کی والدہ زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد مغیرہ بن نوفل نے ان سے شادی کی۔

سند کی تحقیق:

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور حدیث صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زینب بھی رسول اللہ کی بیٹی تھیں۔

تہذیب الاحکام جلد: 8 صفحہ: 258

3-ثبوت:

وَإِنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ النَّبِيِّ تُوُفِّيَتْ وَإِنَّ فَاطِمَةَ ع خَرَجَتْ فِي نِسَائِهَا فَصَلَّتْ عَلَى أُخْتِهَا

زینب بنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو فاطمہ علیہا السلام اپنی عورتوں کے ساتھ نکلیں اور اپنی بہن پر نماز پڑھی۔

سند کی تحقیق:

اسکی بھی سند معتبر ہے۔

تہذیب الاحکام جلد: 8صفحہ: 258

4-ثبوت:

حَدَّثَنِي مَسْعَدَةُ بْنُ صَدَقَةَ قَالَ: حَدَّثَنِي جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ خَدِيجَةَ: الْقَاسِمُ، وَالطَّاهِرُ، وَأُمُّ كُلْثُومٍ، وَرُقَيَّةُ، وَفَاطِمَةُ، وَزَيْنَبُ. فَتَزَوَّجَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، وَتَزَوَّجَ أَبُو الْعَاصِ بْنُ رَبِيعَةَ وَهُوَ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ زَيْنَبَ، وَتَزَوَّجَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ أُمَّ كُلْثُومٍ وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى هَلَكَتْ، وَزَوَّجَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مَكَانَهَا رُقَيَّةَ. ثُمَّ وُلِدَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ أُمِّ إِبْرَاهِيمَ إِبْرَاهِيمُ، وَهِيَ مَارِيَةُ الْقِبْطِيَّةُ، أَهْدَاهَا إِلَيْهِ صَاحِبُ الْإِسْكَنْدَرِيَّةِ مَعَ الْبَغْلَةِ الشَّهْبَاءِ وَأَشْيَاءَ مَعَهَا.

مجھ سے بیان کیا مسعدہ بن صدقہ نے، اس نے کہا مجھ سے جعفر بن محمد علیہ السلام نے بیان کے اپنے والد (امام باقر علیہ السلام) سے کہ رسول اللہ ص کی خدیجہ سلام اللہ علیہا سے اولاد تھی قاسم، طاہر، ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ، اور زینب۔ پھر علی علیہ السلام نے فاطمہ علیہا السلام سے شادی کی، اور زینب کی شادی ہوئی ابو العاص بن ربیعہ سے، اور وہ بنی امیہ سے تھا۔ اور عثمان بن عفان کی شادی ہوئی ام کلثوم سے اور وہ ان میں داخل نہ ہوا حتی کہ وہ وفات پا گئیں۔ پھر اس کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی شادی رقیہ سے کردی، پھر رسول اللہ ص کو اولاد ملی ام ابراہیم سے، اور وہ ماریہ قبطیہ تھیں۔

سند کی تحقیق:

روایت معتبر الاسناد ہے۔

تہذیب الاحکام جلد: 3صفحہ: 333

5-ثبوت:

وَمَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ وَلَا ابْنُ الْخَطَّابِ بِأَوْلَى بِعَمَلِ الْحَقِّ مِنْكَ، وَأَنْتَ أَقْرَبُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وآله وَشِيجَةَ رَحِمٍ مِنْهُمَا، وَقَدْ نِلْتَ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَمْ يَنَالاَ.

امام علی علیہ السّلام نے حضرت عثمان کو مخاطب کرکے کہا: ابو قحافہ کا بیٹا اور خطاب کا بیٹا زیادہ افضل نہیں تھے نیک عمل کے لحاظ سے تم سے، اور تم ان دونوں سے زیادہ قریب تھے رسول اللہ ص کے بطور نسبت، اور تم داماد ہونے کی وجہ سے بھی ان سے تعلق رکھتے ہو جو کہ وہ دونوں نہیں رکھتے تھے۔

قرب الاسناد، رقم الحدیث: 29

سند کی تحقیق:

اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

6-ثبوت:

حدثنا أبي، ومحمد بن الحسن رضي الله عنهما قالا: حدثنا سعد بن عبد الله، عن أحمد بن أبي عبد الله البرقي، عن أبيه، عن ابن أبي عمير، عن علي بن أبي حمزة، عن أبي بصير، عن أبي عبد الله عليه السلام قال: ولد لرسول الله صلى الله عليه وآله من خديجة القاسم والطاهر وهو عبد الله، وأم كلثوم، ورقية، وزينب، وفاطمة. وتزوج علي ابن أبي طالب عليه السلام فاطمة عليها السلام، وتزوج أبو العاص بن الربيع وهو رجل من بني أمية زينب، وتزوج عثمان بن عفان أم كلثوم فماتت ولم يدخل بها، فلما ساروا إلى بدر زوجه رسول الله صلى الله عليه وآله رقية. وولد لرسول الله صلى الله عليه وآله إبراهيم من مارية القبطية وهي أم إبراهيم أم ولد.

ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو خدیجہ علیہا السلام سے قاسم اور طاہر پیدا ہوئے اور وہ عبد اللہ ہے۔ اور ام کلثوم اور رقیہ اور زینب اور فاطمہ۔ اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شادی فاطمہ سے ہوئی اور ابو العاص بن ربیع کی شادی زینب سے ہوئی اور وہ بنو امیہ سے تھا۔ اور عثمان بن عفان کی شادی ہوئی ام کلثوم سے تو وہ فوت ہو گئی دخول سے پہلے۔ تو جب وہ بدر گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اس کی شادی رقیہ سے کر دی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے۔

سند کی تحقیق:

صحیح الاسناد۔

نہج البلاغہ رقم الخطبہ: 164

7-ثبوت:

حُمَيْدُ بْنُ زِيَادٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَمَاعَةَ عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ عَنْ أَبَانٍ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ أَحَدِهِمَا (عَلَيْهِما السَّلام) قَالَ لَمَّا مَاتَتْ رُقَيَّةُ ابْنَةُ رَسُولِ اللهِ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِه قَالَ رَسُولُ الله صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِه الْحَقِي بِسَلَفِنَا الصَّالِحِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ وَأَصْحَابِهِ.

ابی بصیر نے روایت کیا ان میں سے ایک (امام صادق یا باقر) علیہ السلام سے روایت کی، فرمایا: جب رسول اللہ ص کی بیٹی رقیہ کی وفات ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے صالح سلف سے جاکر جڑو عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسکے اُصحاب سے۔

الخصال صفحہ: 404

8-ثبوت:

عَنِ السِّنْدِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ ذَكَرَهُ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ أُمَامَةَ بِنْتَ أَبِي الْعَاصِ وَ أُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ كَانَتْ تَحْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع بَعْدَ فَاطِمَةَ.

ابی مریم نے اپنے والد سے روایت کیا کہ امامہ بنت ابی العاص جنکی والدہ زینت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں، اور وہ علی بن ابی طالب کی بیوی تھیں فاطمہ کے بعد۔

اصول الکافی جلد: 3 صفحہ: 241

9-ثبوت:

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ فَضَّالٍ عَنِ ابْنِ بُكَيْرٍ عَنْ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ: أَوْصَتْ فَاطِمَةُ إِلَى عَلِيٍّ ع أَنْ يَتَزَوَّجَ ابْنَةَ أُخْتِهَا مِنْ بَعْدِهَا فَفَعَلَ.

زرارہ سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ نے امام علی علیہ السلام کو وصیت کی کہ وہ ان کی بہن کی بیٹی سے شادی کرلیں انکے بعد، تو امام علی علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

سند کی تحقیق:

صحیح الاسناد، رجالھم ثقات

تھذیب الاحکام جلد: 9 صفحہ: 241

10-ثبوت:

حدثنا محمد بن الحسن بن أحمد بن الوليد رضي الله عنه قال: حدثنا محمد بن الحسن الصفار، عن أحمد بن محمد بن خالد قال: حدثني أبو علي الواسطي، عن عبد الله بن عصمة، عن يحيى بن عبد الله، عن عمرو بن أبي المقدام، عن أبيه، عن أبي عبد الله عليه السلام قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وآله منزله فإذا عائشة مقبلة على فاطمة. وإن خديجة رحمها الله ولدت مني طاهرا وهو عبد الله وهو المطهر، وولدت مني القاسم وفاطمة ورقية وأم كلثوم وزينب وأنت ممن أعقم الله رحمه فلم تلدي شيئا.

امام جعفر نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر داخل ہوئے تو عائشہ، فاطمہ کی طرف روبرو تھیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا شبہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھ سے ولادت دی: طاہر کو، عبد اللہ کو، اور وہ مطہر ہے، اور مجھ سے قاسم کو ولادت دی، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم، اور زینب کو ولادت دی، اور تم ان میں سے جن کے رحم کو اللہ نے بانجھ کیا ہے، تو تم کوئی چیز ولادت نہیں دو گے۔

سند کی تحقیق:

رجالهم ثقات۔

اصول الکافی جلد:5صفحہ: 555

11-ثبوت:

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عِيسَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَكَمِ عَنْ أَبَانِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ أَبِي بَصِيرٍ عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ عَلِيٍّ عَنْ أُمَامَةَ بِنْتِ أَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيعٍ وَ أُمُّهَا زَيْنَبُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ قَالَتْ أَتَانِي أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ

ابو بصیر نے فاطمہ بنت علی سے جنہوں نے امامہ بنت ابی العاص بن ربیع سے روایت کی، اور ان کی والدہ زینت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں، کہا: امیر المومنین میرے پاس شہر رمضان میں آئے۔
سند کی تحقیق:
صحیح الاسناد
الخصال صفحہ: 404 ، 405
12-ثبوت:
وَهَذَا الْحُسَيْنُ خَيْرُ النَّاسِ خَالًا وَخَالَةً خاله القاسم بن رسول الله وخالته زينب بنت محمد رسول الله وخاله في الجنة وخالته في الجنة.
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حسین ہیں جو لوگوں میں بہترین ہیں ماموں اور خالہ کے لحاظ سے اور ان کے ماموں قاسم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کی خالہ زینب بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں،اور ان کے ماموں جنت میں ہیں اور ان کی خالہ جنت میں ہیں۔
سند کی تحقیق:
سندہ صحیح
اصول کافی الکافی جلد: 6صفحہ: 369
13-ثبوت:
وروي أن أمير المؤمنين عليه السلام دخل بفاطمة عليها السلام بعد وفاة أختها رقية زوجة عثمان.
روایت ہوا ہے کہ امیر المومنین نے فاطمہ سے دخول "نکاح" کیا ان کی بہن رقیہ، عثمان کی بیوی کی وفات کے بعد۔
الطرائف جلد: 1صفحہ: 119 ، 120
14ثبوت:

امام مہدی کے نائب کا بیان:
کم بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ فقال: اربع، قال: فایہن افضل؟
فقال: فاطمہ
حسین بن روح (نائبِ امام) سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بیٹیاں تھیں؟ انہوں نے کہا چار، پوچھا گیا کہ سب سے افضل کونسی تھیں؟ انہوں نے کہا فاطمہ سلام اللہ علیہا۔
الامالی للطوسی رقم: 47

15-ثبوت:
وَ تَزَوَّجَ خَدِيجَةَ وَ هُوَ ابْنُ بِضْعٍ وَ عِشْرِينَ سَنَةً فَوُلِدَ لَهُ مِنْهَا قَبْلَ مَبْعَثِهِ الْقَاسِمُ وَ رُقَيَّةُ وَ زَيْنَبُ وَ أُمُّ كُلْثُومٍ وَ وُلِدَ لَهُ بَعْدَ الْمَبْعَثِ الطَّيِّبُ وَ الطَّاهِرُ وَ فَاطِمَةُ وَ رُوِيَ أَيْضاً أَنَّهُ لَمْ يُولَدْ بَعْدَ الْمَبْعَثِ إِلَّا فَاطِمَةُ .
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی خدیجہ سلام اللہ علیہا سے ہوئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس اور کچھ سال تھی، تو بعثت سے قبل انکو ان سے اولاد میں قاسم اور رقیہ اور زینب اور ام کلثوم ملے اور بعثت کے بعد طیب اور طاہر اور فاطمہ علیہا السلام، اور روایت کی گئی ہے کہ انکی کوئی اولاد نہ ہوئی بعثت کے بعد سوائے فاطمہ علیہا السلام۔
الغیبتہ للطوسی جلد: 1 صفحہ: 409

16- ثبوت:
أن زينب ورقية كانتا ابنتي رسول الله صلى الله عليه وآله والمخالف لذلك شاذ بخلافه.
زینب اور رقیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں میں سے دو ہیں اور اس بات کا مخالف شاذ ہے اپنی مخالفت میں۔
اصول الکافی جلد: 1 صفحہ: 439

17- ثبوت بمعہ تصدیق:

شیخ طوسی نے مبسوط میں ، ابن شہر آشوب نے مناقب آل أبي طالب میں، شیخ عباس قمی نے منتهي الآمال میں، علامہ مجلسی نے حیات القلوب میں اور بحار الأنوار میں بہت سی مختلف روایات اس ضمن میں جمع کی ہیں، اور دیگر علمائے شیعہ نے یہی ذکر کیا ہے۔ ایک بیٹی کی بات جو آج پاک و ہند میں رائج بھی ہے یہ سب سے پہلے علی بن احمد کوفی نے ایجاد کی کہ یہ خدیجہ کی بہن ہالہ کی بیٹیاں تھیں، اس کو ابن شہر آشوب نے بدعت کہا ہے:

والبدع أن رقية وزينب كانتا ابنتي هالة أخت خديجة

یہ بات بدعت ہے کہ رقیہ اور زینب دونوں ہالہ کی بیٹیاں تھیں جو کہ خدیجہ کی بہن تھیں۔

المسائل العکبریہ صفحہ: 120

18-ثبوت:

لا ريب أن زينب ورقية كانتا ابنتي النبي صلى الله عليه وآله. والبدع الذي قال هو كتاب أبي القاسم المذكور

شیخ تستری نے لکھا ہے کہ اس بات میں شک نہیں کہ زینب اور رقیہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیاں تھیں۔ اور یہ بات بدعت ہے جو کہ ابو القاسم (الکوفی) کی کتاب میں مذکور ہے۔

مناقب آل ابی طالب جلد: 1صفحہ: 138

نیز ابو القاسم الکوفی علی بن محمد کے متعلق شیعہ کتب رجال میں ہے کہ وہ ایک غالی تھا اور کذاب تھا، چوتھی صدی ہجری میں وفات پاگیا تھا۔ دیکھئے الفہرست للطوسی، رجال النجاشی، معجم رجال الحدیث وغیرہ۔

قاموس الرجال جلد: 9صفحہ: 450 رقم:7055

توضیح الکلام:

اس سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن نے بنات یعنی جمع کا لفظ استعمال کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا ذکر کیا ہے، شیعہ کتب احادیث و تاریخ سے ہم ثابت بھی کر چکے ہیں، باقی وضاحت تفصیلاً آگے آرہی ہے۔

قاموس الرجال کے مصنف شیعہ امام اسماء الرجال نے وضاحت کر دی ہے

کہ بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنے والا کون تھا۔
شیعہ کہتے ہیں کہ مباہلہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو لے کر گئے تھے ،لہذا وہی اکلوتی بیٹی ہیں۔ مباہلہ کا واقعہ دس ہجری میں ہوا جبکہ باقی بیٹیاں تب تک وفات پا چکی تھیں، دوسری طرف کسی بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مباہلہ کرنے گئے ہوں، مباہلہ کرنے تب جاتے اگر کوئی سامنے آتا ، کوئی سامنے آیا ہی نہیں ، لہذا یہ اعتراض باطل قرار پایا۔

19۔ثبوت:

کلینی کتاب الحجہ باب مولد النبی ﷺ میں لکھتا ہے:
وتزوج الخديجته وہو ابن بضع وعشرين سنته فولده منهاقبل مبعثه القاسم ورقية وزينب وام كلثوم وولدله بعد المبعث الطيب والطاہر وفاطمة علها السلام .
نبی اکرم ﷺ نے خدیجہ کے ساتھ نکاح کیا اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر بیس سال سے زیادہ تھی پھر خدیجہ سے جناب کی اولاد بعثت سے پہلے جو پیدا ہوئی وہ یہ ہے قاسم، رقیہ، زینب اور ام کلثوم اور بعثت کے بعد آپ ﷺ کی اولاد طیب ، طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئیں۔
اصول کافی صفحہ:439 ، تہران،ایران

20-ثبوت

شیعہ محدث عبدا للہ بن جعفری الحمیری لکھتا ہے:
ولد لرسول الله من خديجته القاسم والطاہر وام كلثوم رقيته وفاطمة وزينب وتزوج على عليه السلام فاطمة عليها السلام وتزوج بن الربيع وهو من نبی اميته زينب وتزوج عثمان بن عفان ام كلثوم ولم يدخل بطا حتى هلكت وزوجه رسول الله ﷺ كانها رقية
حضرت خدیجتہ الکبری ؓ سے رسول اللہ ﷺ کی اولاد القاسم، الطاہر ،ام کلثوم، رقیہ، فاطمہ اور زینب ؓ ،فاطمہ نے علی علیہ السلام سے شادی کی اور نبو امیہ سے ابو العاص بن ربیع نے زینب کے ساتھ شادی کی اور عثمان بن عفان نے ام کلثوم کے ساتھ نکاح کیا ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی

کہ ام کلثوم فوت ہوگئیں پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کی جگہ رقیہ کا نکاح عثمان سے کر دیا۔

حیات القلوب جلد :2 صفحہ: 718،منتھی الآمال جلد:1 صفحہ:108 توضیح الکلام۔

اس روایت واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حقیقی بیٹیاں چار ہی تھیں اور چاروں خدیجتہ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہوئیں اور یہ اس کتاب کا حوالہ یہ جس کے مصنف کا دعویٰ ہے کہ میں جواب طلب مسئلہ ایک چٹھی پر لکھ کر درخت کی کھوہ میں رکھ دیتا تھا دو دن کے بعد جب جا کر دیکھتا تو اس پر امام غائب (شیعوں کے امام مہدی) کی تصدیقی مہر ثبت ہوتی تھی۔

21-ثبوت

شیعہ امام ، محدث شیخ صدوق ابن بابویہ لکھتا ہے:

ان خديجة رحمها الله ولدت مني طاهرا وهو عبد لله وهو المطهر وولدت مني القاسم وفاطمة ورقية وام كلثوم وزينب.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، للہ تعالی خدیجہ پر رحم فرمائے کہ اس کے بطن سے میری اولاد ہوئی طاہر جس کو عبد اللہ کہتے ہیں اور وہی مطہر ہے اور خدیجہ سے میرے ہاں قاسم ، فاطمہ، رقیہ، ام کلثوم اور زینب پیدا ہوئیں۔

کتاب الخصال للصدوق صفحہ:375

22-ثبوت

شیعہ امام ، محدث باقر مجلسی لکھتا ہے:

پس اول فرزند کہ از برائے او بہم رسید عبد اللہ بود کہ اور بعبد اللہ وطیب طاہر ملقب ساختند و بغد از قاسم متولد شدو بعضے گفتہ کہ قاسم ازعبداللہ بزرگ توبود چہار دختراز وبرائے حضرت آورد زینب و رقیہ ان کلثوم وفاطمہ ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جناب رسول کریم ﷺ کے ہاں پہلے بیٹے عبدا للہ پیدا ہوئے جس کو طیب اور طاہر کے ساتھ بھی ملقب کیا جاتا ہے اور اس کے بعد قاسم متولد ہوئے اوربعض علماء کہتے ہیں قاسم عبدا للہ سے بڑے تھے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا۔

حیات القلوب جلد:2صفحہ:723

23-ثبوت

شیعہ مؤرخ یعقوبی لکھتا ہے:

وتزوج رسول الله خدیجته بنت خویلد وله خمس وعشرون سنته وقیل تزوجها وله ثلاثون سنته وولدت له قبل ان یبعث القاسم ورقیه وزینب وام کلثوم وبعد مابعث عبدالله وہو الطیب وطاہر لانه ولد فی الاسلام وفاطمه۔

حضور اکرم ﷺ نے جب خدیجہ الکبری سے نکاح فرمایا تو آپ کی عمر مبارک 25 یا بعض کے مطابق 30 سال تھی اور بعثت سے پہلے جو نبی اقدس ﷺ کی جو اولاد پیدا ہوئیں وہ قاسم رقیہ زینب اور ام کلثوم تھی آپ کی بعثت کے بعد عبد اللہ جو دور اسلام میں پیدا ہونے کی بناء پر طیب وطاہر کے نام سے مشہور تھے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا متولد ہوئیں۔

تاریخ یعقوبی جلد:2 صفحہ:20

24-ثبوت

سیدنا علی المرتضیٰ کے فرمان کی وضاحت:

وانت اقرب الی رسول اللہ ﷺ شیجتہ رحم منہما وقدنلت من صہرہ مالم ینا لا۔۔۔الخ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا حقیقی داماد قرار دیتے تھے وہ دامادی مشہور و معروف ہے یعنی سرکار طیبہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

نہج البلاغہ جلد:1 صفحہ:303،مطبوعہ تہران

25-ثبوت

شیعہ مؤرخ عبداللہ مامقانی لکھتا ہے:

وولدت لہ اربع بنات کلہن ادرکن الاسلام وھاجرین وہن زینب وفاطمۃ و رقیہ و ام کلثوم.

خدیجہ رضی للہ تعالی عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں پیداہوئیں، تمام نے دور اسلام پایا اور مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی اور وہ زینب، فاطمہ، رقیہ اور ام کلثوم صلوت اللہ علیہا ہیں۔

تنقیح المقال جلد:3صفحہ:73طبع بیروت لنبان

توضیح الکلام:

بحمد اللہ تعالی ہم نے شیعہ مذہب کے آئمہ، محدثین اور مورخین سے یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حقیقی اولاد میں چار بیٹیاں ہونے کا مسئلہ بلکل صحیح ہے، ثابت ہے، تمام شیعی اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہیں اور اشکالات کی بھی وضاحت کی ہے، شیعہ کے جھوٹ بھی واضح کیے ہیں، اللہ تعالی سے دعا ہے اللہ تعالی ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج، اولاد ،آل، اصحاب کی عزت و تکریم کی توفیق عطاء فرمائے،اور ان سب پر سلامتی نازل فرمائے۔

تحقیق حدیث ایام تشریق

ابو الماحی مدثر جمال راز السلفی

الحمدلله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده امابعد :

چار دن قربانی کے قائلین کے لئے جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے " چار دن قربانی کتاب و سنت کی روشنی میں " نامی کتاب خصوصاً محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کے رد میں لکھی ، کتاب میں کئی جگہ شیخ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کا نام غیر اخلاقی انداز سے لیا گیا ہے اور شاگردوں کو بھی کئی مقامات پر غیر اخلاقی الفاظ کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے ۔ جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب کی کتاب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اپنی باطل تاویلات سے مخالف کے دلائل کو مشکوک و مردود ثابت کیا جائے ،تاکہ عوام الناس کو مغالطہ ہو کہ جناب کفایت اللہ سنابلی کے پاس دلائل و براہین بکثرت ہیں اور جناب سنابلی صاحب ہی بر حق ہیں۔ بحمد اللہ تعالی ہم واضح کر دیں گے کہ جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب اپنی باطل تاویلات کی بنیاد پر دوغلی پالیسی میں ماہر ہے اور اس میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ۔جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ثابت کیا ہے، دیکھئیے ماہنامہ منہاج الحدیث شمارہ نمبر 3 والحمدللہ، آنے والے شمارہ میں بھی کفایت اللہ صاحب کے تمام دوغلا پن ،جھوٹ اور خیانتوں کی حقیقت واضح کرتے رہیں گے ۔جناب محترم کفایت اللہ سنابلی کے چار دن قربانی کے دلائل کا جواب پیش خدمت ہے اللہ تعالی ہمیں حق سمجھنے کی توفیق دے آمین اللھم آمین، اس جواب کا دوسرا حصہ شائع ہو چکا ہےاس کے لئے شمارہ نمبر 3 ملاحظہ کریں۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی کتاب چار دن قربانی کی صفحہ: 49 کی دوسری دلیل اور اسکا جواب :

ابو نصر التمار عبدالملك بن عبدالعزيز القشيري حدثنا سعيد بن عبدالعزيز التنوخي عن سليمان بن موسى عن عبد الرحمن بن ابي حسين عن جبير بن مطعم قال : قال رسول الله ﷺ كُلُّ عرفاتٍ موقفٌ وارفعوا عن عُرنةَ وكُلُّ مزدلفةَ موقفٌ وارفعوا عن مُحسِّرٍ فكُلُّ فجاجِ منًى مَنحرٌ وفي كلِّ أيامِ التَّشريقِ ذبحٌ.

صحیح ابن حبان رقم الحدیث : 3854 ،الکامل ابن عدی: 3/1118 دوسرا نسخہ: 4/261

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے لکھا " یہ حدیث مرفوع، متصل ، صحیح ہے اسے امام ابن حبان نے صحیح کہا "

چار دن قربانی صفحہ: 49

جناب عرض ہے کہ یہ روایت سنداً و متناً مضطرب ، منکر ، ضعیف اور مردود ہے۔

پہلی علت :

امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی آخر عمر میں تغیر یعنی اختلاط کا شکار ہوگئے تھے (تفصیلی مضمون شمارہ نمبر 3 میں ملاحظہ کریں)

1۔امام ابو مسہر رحمہ اللہ نے کہا " قد اختلط قبل موتہ " آپ کو موت سے پہلے اختلاط ہوگیا تھا تاریخ ابن معین: 2/204

2۔امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کہا " تغیر قبل موتہ " موت سے پہلے آپ کو تغیر (حفظ) ہوگیا تھا

سؤالات ابو عبید الآجری: 2/210 ت 1620

3۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا " لکنہ اختلط فی آخر امرہ " لیکن وہ آخر میں اختلاط کا شکار ہوگئے تقریب التھذیب ترجمہ: 2358

4۔امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا " وقد اشارۃ حمزۃ الکنانی الی انہ تغیر بآخرۃ " المغنی فی الضعفاء: 1/380 ت 2426 ،میذان الاعتدال: 2/149

5۔امام برھان الدین ابراھیم بن محمد بن خلیل المعروف بِسبط ابن العجمی الحلبی رحمہ اللہ نے مختلط راویوں میں ذکر کیا اور کہا " اشارۃ حمزۃ الکنانی الی انہ تغیر بآخرۃ ، و قال ابو مسھر کان قد اختلط قبل موتہ "
نھایۃ الاغیاط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط صفحہ: 136 ت 42
6:دکتور برکات بن احمد زید الدین ابن الکیال (المتوفی 929ہجری) نے کہا " وقال أبو مسھر کان قد اختلط قبل موتہ کذا قال صاحب التھذیب وقال حمزۃ الکنانی انہ تغیر وذکرہ صاحب الاغتباط فی جملہ من رمی بالاختلاط "
الکواکب النیرات صفحہ: 219
7- الشیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اسنادہ ثقات لولا أن التنوخی کان اختلط فی آخر عمرہ " صحیح ابن خزیمہ 3/264 حدیث: 2038
8- امام صلاح الدین العلائی نے مختلط راویوں میں ذکر کیا . کتاب المختلطین ص 43
9- دکتور عبدالجبار سعید نے مختلط راویوں میں ذکر کیا . اختلاط الرواۃ الثقات صفحہ: 281

امام عبدالملک بن عبدالعزیز القشیری ابونصر التمار کا امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے سماع قبل از اختلاط کسی بھی ٹھوس دلیل سے ثابت نہیں .

طحاوی کی روایت میں عبداللہ بن یوسف ہے ، عبداللہ بن یوسف کا سماع بھی امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے قبل از اختلاط ثابت نہیں .

جو لوگ اس حدیث کے صحیح یا حسن ہونے کے دعوے دار ہیں وہ حضرات ابونصر التمار کا امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے قبل از اختلاط سماع ثابت کریں۔

اگر کفایت اللہ سنابلی صاحب یا انکے پیروکار یہ کہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے اپنی " صحیح " میں بیان کیا ہے لھذا یہ قبل از اختلاط سماع پر محمول ہے . تو عرض ہے کہ اسکی کوئی ٹھوس دلیل نہیں کیونکہ جس طرح امام ابن حبان مجاھیل کی توثیق میں متساہل ہیں اسی طرح احادیث کی تصحیح میں بھی متساہل ہیں امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کئی سارے مختلط راویوں کی اختلاط والی روایت سے بھی حجت پکڑی ہے۔

جس کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں :

امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں 1/423 حدیث: 195 میں " ھشام بن ابی عبداللہ حدثنا حماد بن ابی سلیمان " سے احتجاج کیا جبکہ حماد بن ابی سلیمان مشہور مختلط راوی ہے اور ھشام کا ان سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں .

نور الدین ہیثمی نے کہا " ولم یقبل من حدیث حماد الا ما رواہ عنہ القدماء : شعبۃ و سفیان الثوری ، و الدستوائی، ومن عدا ھؤلاء روا عنہ بعد الاختلاط (مجمع الزوائد: 1/ 120)

اسی طرح امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ کی روایت اپنی صحیح میں بیان کی (3/168 ح 425) جبکہ عطاء بن السائب مشہور مختلط راوی ہیں اور اس روایت میں انکے شاگرد اسماعیل بن ابراھیم ابو بشر بصری ہے انکا عطاء سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے 5/149 حدیث: 1841 میں سعید بن سماک بن حرب حدثنی ابی سماک بن حرب " سے حجت پکڑی جبکہ امام سماک رحمہ اللہ مختلط ہیں اور انکے بیٹے "سعید" کا ان سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں مزید سعید مجھول ہونے کے ساتھ مجروح بھی ہے ۔

صحیح ابن حبان 3/166 حدیث 423 جبکہ اس روایت میں امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ کے شاگرد مسعر بن کدام ہے انکا امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں .

صحیح ابن حبان 3/278 حدیث 997 جبکہ اس روایت میں امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ کے شاگرد ابو الاحوص سلام بن سلیم ہے انکا عطاء سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

صحیح ابن حبان 3/465 حدیث 1191 جبکہ اس روایت میں امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ کے شاگرد عمر بن عبید الطنافسی ہیں انکا عطاء سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

صحیح ابن حبان 4/286 حدیث 1006 " یحیی بن طلحہ الیربوعی قال حدثنا شریک " سے احتجاج کیا جبکہ یحیی الیربوعی کا شریک بن عبداللہ النخعی سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

صحیح ابن حبان 4/442 حدیث 1575 جبکہ اس روایت میں امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ کے شاگرد حمید کے والد عبدالرحمن ہیں انکا عطاء سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

صحیح ابن حبان 4/476 حدیث 1599 جبکہ اس روایت میں امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ کے شاگرد جریر بن عبدالحمید ہیں انکا عطاء سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

امام عطاء بن السائب رحمہ اللہ کے لیے تھذیب التھذیب و دیگر کتب اسماء الرجال کا مطلعہ کریں اوپر مزکورہ مثالوں میں جو شاگرد ہیں انکا کسی دلیل سے بھی عطاء سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

صحیح ابن حبان 4/251حدیث 1405 " آدم ابن ابی ایاس حدثنا شریک " سے احتجاج کیا جبکہ ابن ابی ایاس کا شریک سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے 5/544 حدیث 2169 میں " مسعر بن کدام عن سماک بن حرب " حجت پکڑی جبکہ مسعر کا سماک سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے 10/290 حدیث 4442 میں زید بن ابی انیسہ عن عبدالملک بن عمیر " سے حجت پکڑی جبکہ عبدالملک بن عمیر مشہور مختلط و مدلس ہیں اور ابن ابی انیسہ کا ان سے قبل از اختلاط سماع بھی ثابت نہیں ۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے 15/122 حدیث 6728 جریر بن حازم عن عبدالملک بن عمر " سے حجت پکڑی جبکہ جریر کا عبدالملک بن عمر سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

ثابت ہوا کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے تساہل کی وجہ سے مختلط راویوں کی اختلاط کے بعد والی روایات کو بھی صحیح کہا ہے جبکہ جناب کفایت اللہ سنابلی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ مختلط راوی کی اختلاط کے بعد والی روایات ضعیف ہوتی ہیں دلائل و قرائن بھی اس پر شاھد ہیں ۔ لھذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا " عبدالملک بن عبدالعزیز القشیری حدثنا سعید بن عبدالعزیز التنوخی " کو صحیح قرار دینا عبدالملک کے سعید التنوخی سے قبل از اختلاط روایت ہونے کی دلیل نہیں ۔

بلکہ یہ تصحیح تساہل پر مبنی ہے اور قرائن کی روشنی میں مردود ہیں کیونکہ کسی بھی دلیل سے ابو نصر التمار کا سعید بن عبدالعزیز التنوخی سے قبل از اختلاط سماع ثابت نہیں ۔

دوسری علت :

امام سلیمان بن موسی الاموی الدمشقی رحمہ اللہ کا تفرد کفایت اللہ سنابلی کا اصول :

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک ثابت شدہ قول کو مشکوک و ضعیف ثابت کرنے کے لیے درج ذیل شوشہ چھوڑا " یہ روایت ضعیف ہے اس کی سند میں "المنہال بن عمرو" ہیں یہ اگرچہ صدوق ہیں بخاری کے رجال میں سے ہیں مگر متکلم فیہ ہیں متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ضعفاء کے مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے عام حالت میں موصوف معتبر ہیں لیکن موصوف کے ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گے جن میں غلطی کا قوی احتمال ہو چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ 53

اب دیکھتے ہیں کہ کیا یہ راوی و روایت جناب کفایت اللہ سنابلی کے اصول پر پوری اترتی ہے

اب کفایت اللہ سنابلی صاحب کی ہی زبان میں ہی عرض ہے کہ " امام سلیمان بن موسی بھی متکلم فیہ ہیں متعدد محدثین نے ان پر کلام کیا ہے اور ضعفاء کے مؤلفین نے انہیں ضعفاء میں ذکر کیا ہے "

لہذا جناب کفایت اللہ سنابلی کے اصول کے مطابق " عام حالت میں موصوف معتبر ہیں لیکن موصوف کے ایسے تفردات قابل قبول نہیں ہوں گے جن میں غلطی کا قوی احتمال ہو "

اور کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ روایت میں غلطی کا قوی احتمال موجود ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہے :

امام سلیمان بن موسی اس روایت کو بیان کرنے میں منفرد ہیں اور انہوں نے ایسی روایات بیان کی ہیں جن میں انکا تفرد ہے .

امام ابن جریج نے کہا " وكان سليمان يفتي في العضل و عنده أحاديث عجائب " التاریخ الاوسط للبخاری :(1476)

مزید کہا " و عندہ مناکیر "
التاریخ الکبیر :39 /4 .
سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے بھی کہا " عندہ مناکیر "
الضعفاء الصغیر ت 148 مع تحفۃ الاقویاء صفحہ 51
جرح و تعدیل کے معتدل ماہر فن امام ابو احمد ابن عدی رحمہ اللہ امام سلیمان بن موسی کے تعلق سے فرماتے ہیں:
فقیہ راو حدث عنہ الثقات وھو احد العلماء روی أحادیث ینفرد بھا لا یرویھا غیرہ وھو عندی ثبت صدوق
سلیمان بن موسی فقیہ ہیں ثقہ راویوں سے حدیث بیان کیں اور وہ علماء میں سے ایک ہیں اور انہوں نے ایسی منفرد احادیث روایات کیں جو ان کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا اور وہ میرے نزدیک ثبت اور صدوق یعنی قابل اعتماد سچے ہیں ۔
الکامل ابن عدی 3/1119 دوسرا نسخہ 4/262
سلیمان بن موسی کے تعلق سے توثیق نقل کرتے وقت کفایت اللہ سنابلی صاحب نے امام ابن عدی رحمہ اللہ کا مکمل قول نقل ہی نہیں کیا بلکہ صرف آخری ٹکرا نقل کرنے میں ہی عافیت سمجھی ، آخر کیوں ؟
توثیق کے چند اقوال نقل کرکے لکھا " بعض سے ان پر معمولی جرح منقول ہے لیکن صریح اور واضح توثیق کے بالمقابل اسکی کوئی حیثیت نہیں "
جناب یہ اصول منھال بن عمرو کے تعلق سے کہاں گیا تھا ؟ جن پر بلا سبب و بلا دلیل کلام ہوا ہے جن کی آئمہ محدثین جرح و تعدیل ماہرین فن (رحمھم اللہ) نے صریح اور واضح زبردست توثیق کی ہے
اور جناب نے ایک ثابت شدہ قولِ صحابی کا انکار کرنے کے لیے منھال پر ظلم کا پہاڑ توڑ دیا ۔
امام ابو حاتم الرازی نے کہا " محلہ الصدق و فی حدیثہ بعض الاضطراب و لا أعلم أحدا من أصحاب مکحول أفقہ منہ و لا اثبت منہ "
الجرح والتعدیل 4/142

اس کا جواب دیتے ہوئے جناب سنابلی نے لکھا ہے : عرض ہے کہ ابو حاتم نے صرف ان کی بعض احادیث میں اضطراب بتلایا یعنی ان کی اکثر احادیث صحیح و سالم ہیں اور اصول حدیث کا بنیادی قانون ہے کہ حالت کا غالب حالت ہی کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے غالب حالت کے اعتبار سے ان کی احادیث صحیح و سالم ہیں
انوار البدر صفحہ: 68
ہوسکتا ہے جب کفایت اللہ سنابلی صاحب یا انکے پیرو کار جواب لکھنے کی ناکام کوشش کریں تو جواب میں اس حدیث کو ثابت کرنے کے لیے انوار البدر ص 68 کی ہی بات یہاں بھی پیش کریں تو عرض ہے کہ صحیح ابن حبان کی یہ روایت سلیمان کی ان ہی بعض احادیث میں شامل ہے جن میں اضطراب ہے جیسا ہم ان شاء اللہ ثابت کریں گے۔
حافظ ابن حجر نے کہا:
فی حدیثہ بعض لین
تقریب التھذیب رقم 2616 مع التحریر 2/79
محمد بن اسحاق ابن مندہ نے کہا " فی حدیثہ بعض المناکیر "
فتح الباب فی الکنی والألقاب صفحہ: 390
ہوسکتا ہے کہ کوئی چار دن قربانی کا قائل کہے کہ ابن مندہ و ابن حجر نے بھی سلیمان کی صرف بعض احادیث میں اضطراب بتایا ہے اسلیے وہی روایت منکر ہو گی جو قوی ادلہ و قرائن سے ثابت ہو گی نہ کہ مطلقاً۔
تو عرض ہے کہ قرائن ہی گواہ ہیں کہ یہ روایت بھی ان ہی بعض اضطراب والی روایات میں شامل ہے .
جن پر تبصرہ پیش خدمت ہے :
امام ابو احمد ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو امام سلیمان بن موسی رحمہ اللہ کی منکر و ضعیف روایات میں ذکر کیا یا بالفاظ دیگر اس طرح سمجھیے کہ امام ابو احمد ابن عدی رحمہ اللہ نے اس روایت کو منکر و ضعیف قرار دیا۔
الکامل ابن عدی 3/1118 ،دوسرا نسخہ 4/260،261

اگر کفایت اللہ سنابلی صاحب یا ان کا کوئی پیروکار یہ کہے کہ اس روایت کو امام ابن عدی نے صرف باسند بیان کیا ہے منکر یا ضعیف نہیں کہا !
تو عرض ہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کا کسی راوی کے ترجمے میں اسکی روایات ذکر کرنے کا کیا مطلب ہے یہ آپ لوگ بحوالہ کفایت اللہ سنابلی صاحب محدثین سے اور جناب کفایت اللہ سنابلی سے ہی مکمل بحث دیکھ لیں چانچہ جناب سنابلی صاحب نے یزید کے دفاع میں لکھی ہوئی کتاب میں "الکامل فی الضعفاء و الرجال "کے تعلق سے لکھا۔
امام ابن عدی نے اس روایت کو ایک طریقہ سے مکمل ذکر کیا اور دوسرے طریقے کے ایک لفظ کو ذکر کیا ہے طریقہ اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یہ روایت دونوں طریق سے ان کے نزدیک منکر یعنی مردود ہے کیونکہ امام ابن عدی کا اس کتاب میں عمومی منہج یہی ہے کے وہ اس کتاب میں منکر روایت ہی ذکر کرتے ہیں یہ بات خود امام ابن عدی رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم کی تصریحات سے ثابت ہے چناچہ ملاحظہ ہو
خود امام ابن عدی رحمہ اللہ نے کئی روایت سے متعلق کہا ہے کہ مجھے ان کی کوئی منکر روایت نہیں ملی کہ اس کا تذکرہ کروں مثلاً مطلب بن ابی حبیبۃ کا ذکر کر کے ان کی کوئی روایت نہیں ذکر کی ہے اور اس کی وجہ بتاتے ہوئے کہا " لم ارلہ حدیثا منکر افاذکرہ "
میں نے ان کی کوئی منکر حدیث نہیں دیکھی کہ اس کا تذکرہ کروں
امام ابن عدی رحمہ اللہ کے متعدد مقامات پر اس طرح کی صراحت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ عام طور پر ہر راوی کے ترجمے میں اس کے منکر روایات ذکر کرنے کا اہتمام کرتے ہیں دیگر اہل فن نے بھی امام ابن عدی کا یہی طرز عمل بتلایا ہے۔ چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا:
ویروی فی الترجمہ حدیثا او احادیث مما استنکر للرجال
امام ابن عدی راوی کے ترجمہ میں اس کی منکر احادیث میں سے ایک یا کئی حدیث ذکر کرتے ہیں
تاج الدین سبکی المتوفی نے کہا:

وذکر فی کل ترجمہ حدیثا فاکثر من غرائب ذلک الرجال ومناکیرہ "
امام ابن عدی ہر راوی کے ترجمہ میں اس کی غریب ومنکر احادیث میں ایک یا اس سے زائد کا تذکرہ کرتے ہیں ۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا :
ومن عادتہ فیہ ان یخرج الاحدیث التی انکرت علی الثقاۃ او علی غیر الثقہ
اس کتاب میں امام ابن عدی کی عادت یہ ہے کہ وہ ثقہ یا غیر ثقہ کی منکر احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں۔
امام ابن عدی رحمہ اللہ اور دیگر اہل فن کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کے امام ابن عدی رحمہ اللہ عمومی طور پر راوی کے ترجمے میں منکر روایات ہی ذکر کرتے ہیں اس لیے اگر انہوں نے کسی راوی کے ترجمہ میں کوئی روایت ذکر کی خواہ وہ وہاں پر صراحت کے ساتھ اسے منکر کہیں یا نہ کہیں بہر صورت ان کے عمومی طرز عمل سے ان کے نزدیک اس روایت کو منکر ہی سمجھا جائے گا الا یہ کہ خود امام ابن عدی ہی کسی خاص روایت کے بارے میں صحت کا فیصلہ دے دیں اور زیر بحث روایت کو امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ایک طریق سے ذکر کیا ہے اور دوسرے طریق کا بھی ایک حصہ ذکر کیا ہے لہذا یہ روایت دونوں طرق سے امام ابن عدی رحمہ اللہ کے نزدیک منکر یعنی مردود ہی شمار ہوگی ۔
رہا زبیر علی زئی صاحب کا کسی حدیث کو اپنی تحقیق سے صحیح قرار دے کر یہ استدلال کرنا کہ امام ابن عدی راوی کے ترجمے میں صحیح احادیث بھی ذکر کرتے ہیں تو اس تعلق سے اول تو یہ عرض ہے کہ آپ کی تحقیق میں کوئی روایت صحیح ہے تو اس سے یہ کہا لازم آیا کہ ابن عدی رحمہ اللہ کی تحقیق میں بھی یہ روایت صحیح ہے؟
مودبانہ گزارش ہے کہ یہاں امام ابن عدی کی تحقیق کی بات ہو رہی ہے اس لیے اس مقام پر اپنی تحقیقات کو اپنے پاس ہی محفوظ رکھے ورنہ آپ دن رات کسی روایت کو صحیح کرتے رہے اس سے وہ روایت صرف آپ ہی کی نظر میں صحیح ہوگی نہ کہ آپ کے صحیح کہنے سے امام ابن عدی رحمہ اللہ کی نظر میں بھی صحیح ہوجائے گی۔

دوسری بات یہ عرض ہے کے امام ابن عدی کا عمومی طرز عمل منکر روایت ہی پیش کرنا ہے اس لیے اگر کسی راوی کے ترجمے میں کوئی روایت مذکور ہو اور امام ابن عدی رحمہ اللہ کی نظر میں اس کے صحیح ہونے کا کوئی اشارہ یا دلیل خود امام ابن عدی کی طرف سے نہ ملے تو امام ابن عدی رحمہ اللہ کے عمومی طرز عمل کی رو سے یہ روایت منکر ہی شمار ہوگی اور ہم جس روایت پر بات کر رہے ہیں اس روایت سے متعلق امام ابن عدی کی طرف سے ایسا کوئی اشارہ موجود نہیں ہے کہ ان کی نظر میں یہ روایت صحیح ہے اس لئے ان کے عمومی طرز عمل کے تحت ان کے نظر میں اسے منکر یعنی مردود ہی مانا جائے گا۔

چند سطور کے بعد کفایت اللہ نے مزید لکھا :

"چوتھا حوالہ ہم نے امام محمد بن طاہر ابن قیسرانی رحمہ اللہ کا پیش کیا تھا اور انہوں نے امام ابن عدی کی ذکر کردہ روایت مع یزید والے الفاظ کو نقل کیا ہے اور امام ابن عدی کی کتاب الکامل میں اس روایت کے ذکر ہونے کی یہ وجہ بتلائی ہے کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے منکر قرار دیا ہے اور اس نکارت کا دفاع نہیں کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود امام ابن قیسرانی کے نظر میں بھی یہ روایت منکر یعنی مردود ہے "

یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ صفحہ 201،202،203

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی اس لمبی بحث سے ثابت ہوا کہ:

"ایام تشریق والی روایت امام ابن عدی رحمہ اللہ کے نزدیک منکر و مردود ہے جناب کفایت اللہ سنابلی کا کسی حدیث کو اپنی باطل تاویلات والی تحقیق سے صحیح قرار دینے سے وہ حدیث صحیح نہیں ہوگی اس لیے جناب کفایت اللہ صاحب آپ ہی کی زبان میں عرض ہے کہ آپ اپنی تحقیقات کو اپنے پاس ہی محفوظ رکھے ورنہ آپ دن رات کسی روایت کو صحیح کرتے رہے اس سے وہ روایت صرف آپ ہی کی نظر میں صحیح ہوگی ۔

ان آئمہ و محدثین کے حوالہ سے اور بقول کفایت اللہ سنابلی صاحب کے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ عمومی طور پر راوی کے ترجمے میں منکر روایت ہی ذکر کرتے ہیں۔

اس لیے اگر انہوں نے کسی راوی کے ترجمے میں کوئی روایت ذکر کی خواہ وہ وہاں پر صراحت کے ساتھ اسے منکر کہیں یا نہ کہیں بہر صورت ان کے عمومی طرز عمل سے ان کے نزدیک اس روایت کو منکر ہی سمجھا جائے گا

لہذا :

"عرفاتٍ موقفٌ وارفَعوا عن عُرنةَ وكلُّ مزدلِفةَ موقفٌ وارفَعوا عن مُحسِّرٍ فكُلُّ فجاجِ منًى مَنحرٌ في كلِّ أيّامِ التَّشريقِ ذبحٌ"

والی روایت امام ابن عدی رحمہ اللہ کے نزدیک منکر یعنی مردود روایت ہے ۔ اب کفایت اللہ سنابلی صاحب اور ان کے پیروکاروں کو اس روایت کو منکر و ضعیف مردود تسلیم کرنے کے تعلق سے کیا خیال ہے ؟

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے کہا:

"وهو حديث في إسناده اضطراب "

التمهيد 12/131

مزید کہا:

روی منقطعاً و متصلاً واضطرب فيه

الاستذكار 4/246

المحلی لابن حزم 5/199 مسلہ نمبر :853 میں یہ روایت ہے:

ابو نصر التمار هو عبدالملك بن عبدالعزيز عن سليمان بن موسى ---- الخ سند سے مروی ہے ،یہ سند منقطع ہے کیونکہ ابو نصر التمار اور سلیمان بن موسی کی ملاقات ثابت نہیں اور مزید اس میں وہ الفاظ ہیں ہی نہیں جو جناب کفایت اللہ صاحب کے مطلب والے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ یہ روایت سنداً و متناً مضطرب و منکر مردود روایت ہے ،کفایت اللہ سنابلی صاحب نے لکھا:

"بعض حالات میں صدوق کی منفرد روایت کے مردود ہونے پر اہل فن کے اقوال : اس طرح کے راوی کی روایت بلکہ بسا اوقات ثقہ راوی کی روایت بھی بعض حالات میں قرائن کی بنا پر رد کی جاتی ہے :

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا "وان تفرد الثقة المتقون يعد صحيحا غريبا ،وان تفرد الصدوق ومن دونه يعد منكرا، وان اكثار الراوى من الاحاديث التى لا يوافق عليها لفظا او اسنادا يصيره متروك الحديث "

اگر ثقہ ومضبوط حافظہ والا راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت صحیح غریب ہوگی اور اگر صدوق یا اس سے کم تر راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت منکر شمار ہوگی،اور جب کوئی راوی بکثرت ایسی روایت بیان کرنے لگے جس کی لفظی یا معنوی متابعت نہ ملے تو ایسا راوی متروک قرار پائے گا۔
چار دن قربانی صفحہ 196،197
لکھتے وقت شاید جناب سنابلی صاحب یہ بھول ہی گئے ہیں کہ یہ اعتراض اگر ان کے کھوکھلے دلائل پر اِن کے ہی اصول سے ہوگیا تو پھر کیا ثابت ہوجائے گا۔
اب آیئے کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اس اصول اور اپنی تائید میں امام ذھبی رحمہ اللہ وغیرہ کے اقوال جو انہوں نے نقل کئے ہیں دیکھتے ہیں کیا ان کی یہ دلیل اور سلیمان بن موسی پورے
اترتے ہیں :
امام ابو حاتم الرازی نے کہا :
" محله الصدق و فی حدیثه بعض الاضطراب و لا أعلم أحدا من أصحاب مكحول أفقه منه و لا اثبت منه"
الجرح والتعدیل 4/142
امام ابن حجر رحمہ اللہ نے سلیمان بن موسی کے تعلق سے کہا:
"صدوق فقیه" تقریب التهذیب رقم 2616
امام أبو نعیم الاصبهانی رحمہ اللہ نے کہا :
سليمان الأشدق و منهم ،الصدوق الأصدق، الفقيه الأحذق ،سليمان بن موسى الأشدق رضي الله تعالى عنه۔
حلية الأولياء 6/87
امام ذھبی رحمہ اللہ نے کہا :
"صدوق"
من تكلم فيه وهو موثق ص 94 ت 148 و ديوان الضعفاء ص 176 ت 1783

امام ابن عبدالہادی المقدسی رحمہ اللہ نے کہا:
"بل ھو امام صدوق "
تنقیح التحقیق لابن عبدالھادی المقدسی 34/287
ثابت ہوا سلیمان بن موسی بھی صدوق درجہ کے راوی ہیں۔
کفایت اللہ سنابلی نے ایک ثقہ راوی کی روایت کو مشکوک بنانے کے لیے لکھا :
"الغرض یہ راوی صدوق کے درجے پر ہے اور متکلم فیہ ہے ایسے راوی کے بعض تفردات قرائن کی روشنی میں مردود ہوتے ہیں یہی حال اس راوی کا اس روایت میں ہے کیونکہ قرائن اس کی بیان کردہ اس بات کے مردود ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں " چار دن قربانی صفحہ 19
تو جناب آپ کی زبان میں ہی عرض ہے کہ سلیمان بن موسی کی زیر بحث روایت پر امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے " وھو حدیث فی إسنادہ اضطراب " التمھید12/131 ، و روی منقطعاً و متصلاً واضطرب فیہ " الاستذکار 4/246 کا حکم لگایا ہے اس لیے ان کی یہ مفرد روایت حجت نہیں بلکہ مضطرب ، منکر و مردود ضعیف ہے کیونکہ قرائن ان کی بیان کردہ اس روایت کے مردود ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بقول آپ کے جو اپنی تائید میں آپ نے امام ذھبی کا قول نقل کیا ہے کہ " اگر صدوق یا اس سے کم تر راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت منکر شمار ہوگی "
تو جناب سلیمان بن موسی صدوق راوی بھی زیر بحث روایت میں منفرد ہے اور محدثین نے بھی اس روایت کو مضطرب و منکر ضعیف قرار دیا ہے تو آپ کے بیان کردہ اصول کے مطابق بھی یہ روایت منکر مردود شمار ہوگی لہذا جناب آپ جواب کا حق نہیں رکھتے بلکہ آپ کی تمام تاویلات باطل و مردود ہیں ۔
سلیمان بن موسی کے پاس عجیب و غریب اور منفرد روایات تھی
امام ابن جریج نے کہا :
" و کان سلیمان یفتی فی العضل و ،عندہ أحادیث عجائب"
التاریخ الاوسط للبخاری :(1476)

امام ابو احمد ابن عدی رحمہ اللہ نے امام سلیمان بن موسی کے تعلق سے فرماتے ہیں :

" روی احادیث ینفرد بھا لا یرویھا غیرہ"

انہوں نے ایسی منفرد احادیث روایات کیں جو ان کے علاوہ کوئی اور روایت نہیں کرتا

الکامل ابن عدی 3/1119 دوسرا نسخہ 4/262 . تفصیلی قول پیچھے گزر چکا ہے۔

امام ابن رجب رحمہ اللہ نے کہا :

(سلیمان) بن موسی الدمشقی، الفقیہ، یروی الاحادیث بالفاظ مستغربہ

شرح علل الترمذي 2/834

سلیمان بن موسی فقیہ ہیں عجیب الفاظ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سلیمان بن موسی نے تفرد میں عجیب و غریب روایات بیان کی ہیں لہذا یہ روایت ان کی منکر و ضعیف مردود روایات میں سے ہے اور مضطرب ہے جیسا کہ ثابت کردیا گیا .

لیجئے قرائن قرئن کی بات کرنے والے جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب اور انکے پیروکاروں کے اصولوں و قرئن کی روشنی میں ہم نے اس روایت کو مردود ثابت کردیا لہذا کفایت اللہ سنابلی صاحب اور انکے پیروکار جواب دینے کا حق نہیں رکھتے .

ایک اور علت الزامی جواب :

جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب نے ایک راوی کی توثیق کا حوالہ تقریب التہذیب سے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آپ کے بارے میں محدثین کے اقوال کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں "

چار دن قربانی صفحہ 79،78

اسی طرح ایک اور راوی کے تعلق سے تقریب التہذیب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا :" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے بارے میں محدثین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے کہا "

انوار البدر صفحہ 236

گویا کہ تقریب التتذیب میں بقول کفایت اللہ سنابلی صاحب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جرح و تعدیل پر محدثین کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہیں تو اب آئے جناب سنابلی کے اس اصول پر پھر سے سلیمان بن موسی کو پرکھتے ہیں .
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سلیمان بن موسی کے بارے میں کہا:
خولط قبل موت بقليل
تقریب التنذیب ترجمہ نمبر 2616
اس قول کے مطابق سلیمان بن موسی موت سے پہلے مختلط ہوگئے تھے ۔
تو جناب ایک اور اختلاط اب امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی کا ان سے قبل از اختلاط سماع ثابت کیجئے۔
اگر جناب کفایت اللہ سنابلی یا ان کے پیروکار یہ کہیں کہ قلیل اختلاط ہوا تھا تو عرض ہے کہ جناب اس بات کا ادنی ثبوت بھی موجود نہیں کہ امام سعید بن عبدالعزیز التنوخی نے اس قلیل اختلاط سے پہلے سنا تھا اور بقول کفایت اللہ سنابلی " اگر صدوق یا اس سے کم تر راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت منکر شمار ہوگی " اس لیے اس سے مسلہ اور مشکوک ہوجاتا ہے کیونکہ سلیمان بن موسی کے پاس منکر و منفرد عجیب و غریب روایات تھی اور یہ قلیل اختلاط ان میں مزید اضطراب کا اضافہ کردیتا ہے لہذا کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اس اصول "اگر صدوق یا اس سے کم تر راوی کسی روایت میں منفرد ہو تو اس کی روایت منکر شمار ہوگی " اس سے مزید اس روایت میں اضطراب ثابت ہوجاتا ہے۔
اگر جناب کفایت اللہ سنابلی یا ان کے پیروکار یہ کہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ قول غیر ثابت اقوال کی بنیاد پر مبنی ہے اسلیے سلیمان کا قلیل اختلاط ثابت نہیں تو عرض ہے کہ جناب پھر کیوں آپ تقریب التھذیب کے حوالے سے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ محدثین کے اقوال کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں اور پھر آپ تقریب التنذیب کا حوالہ دیتے ہیں ۔
لہذا آپ جواب دینے کا حق نہیں رکھتے .
یہ سب آپ کے اصول کے مطابق الزامی جواب تھا برائے مہربانی دوغلا پن چھوڑ دیں۔

تنبیہ :
تحقیق راجح میں مفتی دمشق امام سلیمان بن موسی الاموی الاشدق رحمہ اللہ ثقہ صدوق حسن الحدیث اور قابل حجت ہیں الا کے ادلہ و قرائن سے ان کی روایت میں نکارت و خطا و شذوذ ثابت ہو جائے تو وہ روایت ضعیف و منکر ہوگی۔
اور الحمدللہ جناب کفایت اللہ سنابلی کی پیش کردہ روایت کو ہم ادلہ و قرائن سے منکر و ضعیف مردود ثابت کرچکے ہیں بلکہ کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اصولوں سے بھی ہم اس روایت کو مردود ثابت کرچکے ہیں ۔
اس حدیث پر محدثین کرام کی مزید جرح :
1۔امام ابو بکر البزار رحمہ اللہ نے کہا
" ابن أبي حسين لم يلق جبير بن مطعم "
البحر الزخار 8/364
2۔امام ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے کہا
" وَرُوِيَ مِنْ وَجْهَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ يَشُدُّ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: كُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ، وَكُلُّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ رُوِيَ مِنْ حَدِيثِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، وَفِيهِ انْقِطَاعٌ
زاد المعاد فی ھدی خیر العباد 2/291 .
3۔امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :
" ان عبد الرحمن بن أبي حسين هذا لم أعرفه ، لكن ابن حبان ذكره على قاعدته في الثقات ۔
اس عبدالرحمن بن ابی حسین کو میں نہیں جانتا ، لیکن ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے اپنے خاص اصول کے تحت الثقات میں ذکر کیا ہے
(سلسلة الأحاديث الصحيحة : 5/618)
4۔شعیب الأرنؤوط رحمہ اللہ نے کہا
"رجال السند رجال الشيخين، غير سليمان بن موسى، وهو صدوق . وفيه أيضاً ،عبد الرحمن بن أبي حسين : لم يوثقه غير ابن حبان، ولم يرو عنه غير سليمان بن موسى ثم هو لم يلق جبير بن مطعم " تخریج صحیح ابن حبان رقم الحدیث 3854

اگر جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب یا ان کے پیروکار کہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے لہذا یہ متصل ہے کیونکہ تصحیح اتصال سند کی دلیل ہے لہذا یہ منقطع نہیں بلکہ متصل ہے

تو عرض ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ تصحیح میں بھی متساہل ہیں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کئی منقطع و مرسل روایات کو بھی صحیح قرار دیا ہے ۔

مثلاً : 2/232 حدیث 482 کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام مکحول رحمہ اللہ نے سیدنا ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ سے نہیں سنا ۔

12/368 حدیث 5557 کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ اس میں بھی یہی علت موجود ہے .

12/481 حدیث 5665 کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام مکحول رحمہ اللہ کا مالک بن یخامر سے سماع ثابت نہیں ۔

صحیح ابن حبان حدیث 3164 جبکہ سلیمان بن موسی کی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل و منقطع ہے ۔

لہذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کی تصحیح سے اس حدیث کے اتصال پر دلیل لینا درست نہیں کیونکہ انہوں نے کئی منقطع و مرسل روایات کی بھی تصحیح کر رکھی ہے جیسا کہ دلائل سے ان کا منقطع و مرسل ہونا ثابت ہے ۔

اس حدیث میں چونکہ عبد الرحمن ابن ابی حسین مجہول ہے اور اس کی توثیق اور تصحیح حدیث امام ابن حبان متساہل رحمہ اللہ کے علاوہ کسی بھی ماہر ناقد فن سے ثابت نہیں مزید اس راوی کی سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں تو جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب اور ان کے پیروکار اس راوی کی توثیق پر درج ذیل کھوکھلے دلائل دیتے ہیں :

1- اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح ابن حبان (حدیث 3854) میں ذکر کیا ہے۔

2- امام ابن حزم نے عبد الرحمن ابن ابی حسین کی مذکورہ روایت سے اپنی کتاب المحلی میں حجت پکڑی ہے ۔

(المحلی لابن حزم 5/199)

3- حافظ ابن ملقن نے عبد الرحمن بن ابی حسین کی زیر بحث حدیث کو اپنی کتاب تحفۃ المحتاج 1/532) میں ذکر کیا ہے۔
اور امام ابن ملقن نے اپنی اس کتاب میں صرف صحیح و حسن احادیث کو ہی ذکر کیا ہے۔
لہذا یہ روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے اور عبد الرحمن ابن ابی حسین بھی ثقہ ہے کیونکہ حدیث کی تصحیح سند کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے ۔
جواب :
امام ابن حبان رحمہ اللہ توثیق مجاہیل میں متساہل ہیں اور یہ بات جناب کفایت اللہ سنابلی کو بھی تسلیم ہے اب وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ انہوں نے تو اس کی حدیث کی تصحیح بھی کی ہے اور صحیح میں انکا منہج الگ ہے اس میں وہ صرف ثقہ ، عادل و ضابط راوی کی ہی حدیث لیتے ہیں لہذا تساہل کا اعتراض صحیح نہیں ہے اور اس حوالے سے کفایت اللہ سنابلی صاحب نے کئی صفات سیاہ کرڈالے۔
تو عرض ہے کہ امام ابن حبان نے کئی مجہول راویوں کی روایت کو بھی اپنی صحیح میں جگہ دی کیا وہ بھی عادل و ضابط ہیں ؟
مثلاً الضحاک العافری مجہول کی روایت کو اپنی صحیح میں روایت کیا
(الاحسان 16/381 حدیث 7381)
حصین الحمیری کو ثقات میں ذکر کیا اور اس کی روایت کو اپنی صحیح میں روایت کیا
(الاحسان 4/256 حدیث 1410)
سعید بن سماک بن حرب حدثنی ابی سماک بن حرب " سے حجت پکڑی5/149 حدیث 1841 جبکہ سعید بن سماک بن حرب مجہول ہے،تو کیا "سعید" بھی ثقہ ، عادل و ضابط ہیں ؟
جبکہ سعید مجہول ہونے کے ساتھ مجروح بھی ہے۔الجرح و التعدیل 4/32

لہذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا کسی مجہول راوی کی روایت کو اپنی صحیح میں لینے سے اس راوی کے ثقہ ، عادل و ضابط ہونے کی دلیل نہیں جب تک دوسرے آئمہ فن سے اسکی توثیق ثابت نہ ہو۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی پیش کردہ دوسری توثیق :

حافظ ابن الملقن نے اپنی کتاب تحفۃ المحتاج میں یہ روایت درج کی ہے ،اور اس کتاب کے مقدمہ میں آپ فرماتے ہیں :

اس کتاب میں میری شرط یہ ہے کہ میں اس میں صرف صحیح یا حسن حدیث ہی ذکر کروں گا

محترم شیخ حافظ محمد طاہر بن محمد حفظ اللہ کی تحریر نظر سے گزری جنہوں نے اس تصحیح کا جواب دیا ہے چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ہم وہی سے نقل کرتے ہیں۔

جواب :

عرض ہے کہ حافظ ابن الملقن نے صحیح یا حسن روایت کی جو شرط عائد کی ہے اس میں یہ سمجھنا نہایت ضروری ہے کہ ان کے نزدیک صحیح یا حسن کی تعریف کیاہے ؟

مجاہیل کی توثیق کے لئے ابن الملقن صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کو ہی کافی خیال کرتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں :

اس کی بہت سی مثالیں ان کی کتب میں موجود ہیں چند حوالے پیش خدمت ہیں

1-فرماتے ہیں :

قلت : شماس بن لبيد ليس مجهولاً ، لان ابن حبان ذكره فى ثقاته

شماس بن لبید مجہول نہیں کیونکہ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے

التوضیح الرشید لشرح الجامع الصحیح : 27/75

2-اسی طرح فرماتے ہیں :

عبد الرَّحْمَن بن ميسرَة لَيْسَ بِمَجْهُول ؛ بل هوَ مَعْرُوف ثِقَة، ذكره أَبُو حَاتِم بن حبَان فِي ثقاته۔

عبد الرحمن بن میسرہ مجہول نہیں بلکہ مشہور ثقہ ہیں ، انہیں ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔
(البدر المنیر : 2/209)
دیکھئے صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ کے ثقات میں ذکر کرنے کی وجہ سے عبد الرحمن بن میسرہ کو مشہور ثقہ بتا رہے ہیں کتنی عجیب بات ہے
3-ایک جگہ فرماتے ہیں :
بشر بن ثابت بصری بزار ثقۃ، ذکرہ ابن حبان فی ثقاتہ . وقال أبو حاتم : مجهول ۔
بشربن ثابت بصری بزار ثقہ ہے ،(کیونکہ) ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے، (البتہ) ابوحاتم نے کہا : مجہول ہے۔"
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح : 7/486)
ثالثاً :
ثابت ہوا کہ حافظ ابن الملقن کی جس کتاب سے یہ ضمنی توثیق و تصحیح ثابت کرنے کی ناکام سعی کی گئی ہے اس کتاب میں ابن الملقن نے کتنے ہی مجہولین کی روایات کو صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ کی تصحیح و توثیق کی بنیاد پر نقل کر رکھا ہے ، اور زیر بحث روایت بھی اسی قبیل سے ہے۔ چند مزید مثالیں پیش خدمت ہیں :
1-حافظ الملقن نے صرف امام بن حبان کی تصحیح پر اعتماد کر کے ایک روایت کو نقل کیا (تحفۃ المحتاج : 39) جبکہ اس میں ایک مجہول راوی "حصین الحمیری "موجود ہے،اور اسے حافظ ابن حجر و ذہبی رحمہم اللہ نے مجہول قرار دیا ہے۔
2-اسی طرح سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی حدیث کوصرف ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کی وجہ سے نقل کیا ، جبکہ اس میں مجہول راوی موجودہے .
(تحفۃ المحتاج : 993)
3-عتاب بن حنین کی روایت کو صرف ابن حبان رحمہ اللہ کی تصحیح کی وجہ سے نقل کیا۔ جبکہ عتاب مجہول ہے (تحفۃ المنہاج : 743)

4-ایک سخت ضعیف روایت کے متعلق ابن حبان رحمہ اللہ کو وہم ہوا (الفروسیۃ لابن القیم : 288، ارواء الغلیل : 5/335) لیکن چونکہ انہوں نے اسے اپنی صحیح رقم الحدیث (4689) میں نقل کیا تھا تو اسی بنیاد پر ابن الملقن نے بھی اسے نقل کر دیا۔(تحفۃ المحتاج : 1736)

5-امام ابن حبان رحمہ اللہ نے وہم کی بنا پر ایک مرسل روایت کو نقل کیا (ابن حبان : 2361، الضعیفہ للالبانی : 9/430) تو ابن الملقن نے بھی اسے نقل کر دیا۔(تحفۃ المحتاج : 1532)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن الملقن نے تحفۃ المحتاج میں کئی ایک احادیث کو صرف امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق و تصحیح کی بنیاد پر ذکر کیا ہے اور زیر بحث حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے چونکہ اپنی صحیح میں روایت کیا ہے لہذا اسی کی بنیاد پر حافظ ابن الملقن نے اسے ذکر کر دیا۔

سنابلی صاحب کی اگلی دلیل :

جناب نے لکھا "

"امام ابن حزم الاندلسی (المتوفی : 456) رحمہ اللہ نے المحلی میں اس راوی کی اسی حدیث سے حجت پکڑی۔

عرض ہے کہ ابن حزم رحمہ اللہ جس راوی سے حجت پکڑیں وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے یہ قاعدہ یا تو ابن حزم کی طرف سے اغلبیت پر محمول ہے یا وہ خود بھی اپنے اس اصول کا التزام نہیں کر سکے

یہ روایت " المحلی میں ,,عبدالملک بن عبدالعزیز عن سلیمان بن موسی عن عبدالرحمن بن ابی حسین "کے طرق سے ہے

عبدالملک بن عبدالعزیز ابو نصر التمار نے سلیمان بن موسی کو نہیں پایا لہذا یہ منقطع سند ہے۔المحلی کی اس روایت میں وہ متن ہی نہیں جو صحیح ابن حبان میں ہے " فَكُلُّ فِجَاجِ مِنًى مَنْحَرٌ و فِي كُلِّ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ " یہ الفاظ المحلی میں موجود نہیں ہیں ہے یعنی جو جناب کفایت اللہ سنابلی کے مطلب کا ہے وہ اس سند سے منقول ہی نہیں لہذا یہ روایت متن کے اعتبار سے بھی مضطرب ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن حزم رحمہ اللہ منقطع روایات تک سے حجت پکڑتے ہیں جو کہ صحیح نہیں لہذا ان کی طرف سے تصحیح یہ حوالہ پیش کرکے مجہول راوی کی توثیق ثابت کرنے کی یہ ناکام کوشش ہے ۔

اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :

مثلا : ناجیہ بن کعب کے متعلق فرماتے ہیں :

ناجیۃ بن کعب مجہول

(المحلی :1/472)

پھر اسی راوی کی بیان کردہ روایت کو صحیح قرار دیا

(المحلی : 3/338)

اسی طرح عمارہ بن خزیمہ کے متعلق فرمایا :

عمارۃ بن خزیمۃ وھو مجہول

(المحلی : 7/229 ، تہذیب التہذیب : 7/416)

پھر دوسری جگہ خود ہی ان کی ایک روایت کو قابل حجت و صحیح قرار دیا

(المحلی : 9/221)

ایک جگہ فرماتے ہیں :

احمد بن خالد الوہبی و ھو مجہول

پھر اسی راوی کی ایک حدیث سے حجت پکڑی ہے ۔

(حجۃ الوداع : 4)

ثابت ہوا کہ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کی جس کتاب سے یہ ضمنی توثیق و تصحیح ثابت کرنے کی ناکام سعی کی گئی ہے اس کتاب میں امام ابن حزم رحمہ اللہ نے کتنے ہی مجہولین کی روایات کی تصحیح و توثیق بھی کر رکھی ہے لہذا امام ابن حزم رحمہ اللہ کا اس روایت کو " المحلی " میں ذکر کرنے کی بنیاد پر اسے صحیح یا حجت سمجھ لینا خطاء ہے جب تک راوی کی معتبر توثیق ثابت نہ ہو۔

کفایت اللہ سنابلی صاحب نے لکھا :

واضح رہے کسی بھی محدث نے جبیر بن مطعم سے عبدالرحمن بن ابی حسین کے سماع کا انکار نہیں کیا قربانی الخ صفحہ 86

مزید جناب کفایت اللہ سنابلی نے پورا زور لگایاہے کہ امام احمد ، امام البزار رحمہم اللہ وغیرہ سے وہم ہوا ہے کہ سند میں عبدالرحمن کا بیٹا عبداللہ ہے۔
جواب :
عرض ہے کہ سند میں موجود عبدالرحمن مزکور مجہول ہے ثقات ابن حبان کے علاوہ اس کا ترجمہ کتب اسماء الرجال میں موجود نہیں جب راوی ہی مجہول ہے اس کے حالات معلوم نہیں تو کسی سے اس کے سماع کا اثبات ہی محل نظر ہے رہا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا " عبد الرحمن بن ابی حسین عن جبیر بن مطعم " حدیث کی تصحیح کرنا تو یہ تساہل پر مبنی ہے جیسا کہ ہم چند حوالوں سے ثابت کر آئے ہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے منقطع و مرسل روایات کی بھی تصحیح کر رکھی ہے لہذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کی تصحیح کی بنیاد پر اسکے اتصال پر اور عبد الرحمن بن ابی حسین کے سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ سے سماع پر دلیل لینا صحیح نہیں۔
اور کسی بھی واضح صریح دلیل سے ثابت نہیں ہے کہ عبد الرحمن بن ابی حسین کا سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ سے سماع ثابت ہے ، راوی ہی مجہول ہے کتب رجال میں ترجمہ موجود نہیں ثابت کیا کرو گے ؟
امام ابن حبان رحمہ اللہ تصحیح میں بھی متساہل ہیں یہ بات پہلے چند حوالوں سے ہم نے ثابت کی ہے مثلاً مختلط راویوں کی اختلاط کے بعد والی روایات کو صحیح میں لینا ، مجہول کی روایت سے حجت پکڑنا مزید یہ کہ امام ابن حبان نے کئی ایک رواۃ پر جرح کی اور پھر ان کی روایت کو اپنی صحیح میں جگہ دی مثلاً :
سوید بن عبدالعزیز الاسلمی پر امام ابن حبان رحمہ اللہ نے " کثیر الخطاء فاحش الوھم " وغیرہ الفاظ سے سخت جرح کی
المجروحین 1/350
تو دوسری طرف اپنی صحیح میں ان سے روایت لی ہے جیسا کہ حدیث 4856، 4689
سماک عن عکرمۃ " طرق مضطرب ہے یہ بات جناب کفایت اللہ سنابلی کو بھی تسلیم ہے لیکن امام ابن حبان نے اس طرق سے بھی کئی جگہ حجت پکڑی ہے،لہذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کی تصحیح تساہل پر مبنی ہے۔

جس سے اس روایت کے اتصال پر دلیل لینا صحیح نہیں،الحمدللہ اس تفصیلی بحث میں ہم نے آئمہ و محدثین ، اصول حدیث اور جناب کفایت اللہ سنابلی صاحب کے اصول سے ثابت کیا کہ یہ روایت مضطرب ، منکر ، مردود و ضعیف ہے۔

شیعہ مذہب کا عقیدہ تحریفِ قرآن

شیعہ کتب کی روشنی میں

حیدر علی السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اما بعد!

قال الله تعالى: ذلك الكتاب لا ريب فيه.

شیعہ مذہب کہ بارہ میں ہمارے اکثر اہل السنہ والجماعتہ سے تعلق رکھنے والے بھائی بہت کم جانتے ہیں کہ شیعہ کے ہاں کلام مجید کی کتنی قدر و منزلت ہے۔شیعہ کا قرآن مجید کے متعلق کیا نظریہ ہے۔ قرآن مجید میں تحریف ہوئی، یا قرآن مجید محفوظ ہے، اس بات کی وضاحت کے لیے شیعہ کی کتب سے تفصیلی بحث آگے آ رہی ہے۔بحث سے قبل ایک وضاحت بہت ضروری ہے۔عام طور پر شیعہ کو کافر کہنے والوں کو فرقہ پرست، فسادی ،اتحاد بین المسلمین کے دشمن کہا جاتا ہے۔

میڈیا پر بیٹھ کر چار داموں کے لالچ میں آ کر سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کرنے اور شیعہ کو فروغ دینے کے لیے باتیں بنانے والے شیعہ کے عقائد ونظریات سے ناواقف ہیں، شیعہ اہلبیت کے دشمن، قرآن مجید کے دشمن، خلفاء کے دشمن، کعبتہ اللہ کے دشمن ہیں ان کا دفاع کرنے والے ذرا دل تھام کر ان کے قرآن مجید کے متعلق عقائد ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید جس کے بارہ میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے، اس میں تحریف نہیں ہوئی ، قرآن، مجید میں ایک لفظ کا بھی انکار کفر ہے، اہل السنہ یعنی اہل الحدیث ، کا عقیدہ ہے کہ اس میں کوئی لفظ زیادہ ہے نہ کم ہے،اس کے برعکس شیعہ قرآن مجید میں کمی کے قائل ہی نہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن مجید سے بہت آیات نکال لی گئی ہیں۔

شیعہ کے دعویٰ کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے

1- قرآن نامکمل ہے

2- قرآن میں اضافہ ہوا ہے

3- قرآن میں تبدیلی الفاظ ہے

4- قرآن میں تبدیلی حروف

5- قرآنی آیات،سورہ،کلمات کی ترتیب میں تبدیلی ہے۔

آج کل اکثر شیعہ کہتے ہیں کہ ہم تحریف قرآن مجید کے قائل نہیں ہیں،یہ جملہ وہ تقیہ "جھوٹ" کی بنیاد پر کہتے ہیں ،تقیہ "جھوٹ" کا شیعہ کے نزدیک کتنا مقام ہے ،اصول کافی میں لکھا ہے

"فرمایا امام ابو عبداللہ جعفر صادق نے کہ تقیہ میں نوے حصہ دین ہے،جو وقت ضرورت تقیہ نہ کرے اس کا دین نہیں ،اور تقیہ ہر شے میں ہوتا ہے"

اصول کافی جلد 4 صفحہ:140، کتاب الایمان والکفر ،باب التقیہ رقم الحدیث:2

اب عام مسلمان بھائیوں کو معلوم نہیں ہے کہ یہ تقیہ کیا ہوتا ہے اس کو سمجھنے کے لیے ایسے سمجھ لیں کہ انسان ضرورت کے وقت اپنا بات تک بدل لے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔اس لیے جب شیعوں سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں، تب وہ تقیہ کر کے تسلیم کر لیتے ہیں، اور جب قرآن کی آیات سامنے رکھی جاتی ہیں تب انکار کر دیتے ہیں۔

شیعہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں، زینب،رقیہ، ام کلثوم،فاطمہ سلام اللہ علیہا ، تب یہ انکار کر دیتے ہیں، یہ صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی مانتے ہیں، جب کہ قرآن مجید کیا کہتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

سورہ الاحزاب 59:

اے نبی

اپنی بیویوں ،بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے چہروں پر حجاب ڈالا کریں، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ پہچانی جائیں پھر نہ ستائی جائیں، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان، مومن عورتوں کو الگ مخاطب کیا، ازواج مطہرات کو الگ مخاطب کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو الگ مخاطب کیا جمع کے صیغہ کے ساتھ، اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ شیعہ اس بات پہ غلط ہیں، قرآن مجید کو نہیں مانتے، جو بات قرآن مجید کہتا ہے شیعہ اس کا انکار کرتے ہیں اور اس کو ہی تحریف قرآن کہا جاتا ہے، تحریف قرآن شیعہ کے عقائد ونظریات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اب آپ شیعہ کتب کی وہ عبارات ملاحظہ فرمائیں جن سے قرآن مجید کا انکار ثابت ہوتا ہے۔

معروف شیعہ عالم نوری طبرسی نے قرآن مجید کی تحریف پر تفصیلاً کتاب لکھی ہے جس کا نام "فصل الخطاب فی اثبات تحریف رب الارباب" ہے اس کتاب میں عقلی و نقلی دلائل سے قرآن مجید کو تحریف شدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے،جو شیعہ اس کتاب کا انکار کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ اس عہد کے صرف پانچ شیعہ علماء کا ملعون نوری طبرسی پر اس کے جرم پر کفر کا فتویٰ دیکھائیں۔ کیونکہ تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔لیکن کسی کا فتویٰ نہیں ہے، کیونکہ اگر اس پر کفر کا فتویٰ لگایا جاتا تو پھر ان کے عقیدہ کا کیا بنے گا جو ہم آگے ثابت کرنے والے ہیں۔

تحریف قرآن مجید کا جو شیعہ کا عقیدہ ہے اس کی وضاحت صدیوں پہلے شیخ الاسلام حافظ ابنِ حزم رحمہ اللہ نے بھی بیان کی ہے۔شیخ الاسلام حافظ ابنِ حزم رحمہ اللہ المتوفی 456 ہجری فرماتے ہیں۔

"ومن قول الامامية كلها قديما وحديثا ان القرآن مبدل زيد فيه ماليس منه ونقص منه كثير و بدل منه كثير"
ہر دور میں سب امامیہ کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ قرآن میں رد بدل ہوا ہے اس میں کچھ اضافے ہیں جو اصل میں نہیں اور بہت ساری کمی و بیشی اور تبدیلی ہو ئی ہے ۔"
الملل والنحل جلد 4صفحہ:182
عیسائیوں کے تحریف قرآن کے شیعی دلائل سے کا رد کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن حزم رحمہ اللہ نے جواب دیا۔
"ان دعوى الشيعة ليست حجة على القرآن ولا على المسلمين لانهم ليسوا منا ولسنا منهم"
شعیہ کے دعویٰ کو دلیل کے طور پر قرآن اور مسلمانوں کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا ۔کیونکہ ان کا تعلق نہ ہمارے ساتھ ہے اور نہ ہمارا تعلق ان کے ساتھ ہے یعنی شیعہ مسلمان نہیں ہیں۔
الملل والنحل جلد 2 صفحہ:78
شیخ الاسلام ابن حزم رحمہ اللہ کی اس وضاحت سے واضح ہوتا ہے کہ تحریف قرآن شیعہ کا ازل سے عقیدہ ہے ،ایسا عقیدہ ہے جس کا تذکرہ تمام شیعی کتبِ تفسیر، حدیث، فقہ،تاریخ اور عقائد وغیرہ میں دلائل و براہین کے ساتھ موجود ہے۔
شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ صحیح اور درست قرآن مجید اس وقت دنیا میں موجود نہیں ہے امام مہدی اسے لے کر غار میں چھُپ گئے ہیں بقول شیعہ ان کا ظہور اس وقت ہو گا جب ساری دنیا میں تین سو تیرہ پکے سچے شیعہ موجود ہونگے ۔یہی وجہ ہے کہ شیعہ کی معتبر کتب "الاحتجاج للطبرسی، اصول کافی" میں لکھا ہے:

1-"يجتمع اليه من اصحابه عدة اهل بدر ثلث مأة وثلثة عشررجلا من اقاصى الارض ان قال فاذا اجتمعت له هذه العدة من اهل الاخلاص اظهر الله امره"

امام مہدی کے پاس اصحاب بدر کی گنتی برابر تین سوتیرہ مرد دنیا کے اطراف واکناف سے جمع ہو جائیں گے جب مخلصین کی تعداد ہذا جمع ہو گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی دعوت کو غلبہ بخشے گا ، وہ قرآن یعنی مصحف فاطمہ لے کر آئیں گے

الاحتجاج للطبرسی صفحہ :123 طبع ایران،اصول کافی جلد:2 صفحہ:433

ظاہری بات ہے جب قرآن مجید ان کے پاس ہے ، پھر وہ امام غائب زمانہ بھی ہیں اس کا کیا مطلب ہوا ؟شیعہ کے تحریف قران کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے

2-رافضی طبرسی لکھتا ہے:

"ان الاخبار الدالة على ذالك تزيد على الفى حديث و ادعى استفامتها جماعة كالمفيد و المحقق الدماد ،والعلامة المجلسي وغيرهم"

تحرف قرآن مجید پر ہزار احادیث دلالت کرتی ہیں، اور ان کے مشہور ہونے کا دعویٰ کرنے والی جماعت میں شیخ مفید ، محقق دماد اور باقر مجلسی ہیں

فصل الخطاب صفحہ: 251

اسی طبرسی نے مزید لکھا:

3-اصحاب امامیہ میں مشہور ہے کہ ان مشہور روایات کی صحت پر متواتر اتفاق ہے ایسا صراحتاً تحریف پر دلالت کرتا ہے

انوار نعمانیہ جلد:2 صفحہ:357

فصل الخطاب صفحہ: 31

4-اصول کافی میں لکھا ہے:

عن سهل بن زيادة عن محمد بن سليمان عن بعض اصحابه عن ابى الحسن عليه االسلام "اي ابو الحسن الثانى علي بن موسى الرهنا المتوفى سنة206 ہجرى" قال قلت له جعلت فداك انا نسمع الايات فى القرآن ليس هى عندنا كما نسمعها ولا نحن ان نقرأها كما بلغنا عنكم فهل نأتم فقال لا اقرأوا كما تعلمتم نسيجيئكم من يعلمكم"

"ہمارے متعدد اصحاب نے سہل بن زیاد سے اُس نے محمد بن سلیمان سے اُس نے اپنے بعض اصحاب سے اُس نے ابو الحس "یعنی ابوالحس ثانی علی بن موسیٰ رضا متوفی 206 ہجری " سے روایت کیا کہا میں نے اس سے کہا میں آپ پر قربان ہم قرآن میں آیات سنتے ہیں جو ہمارے ہاں "قرآن میں"ایسی نہیں جیسی کہ ہم سنتے ہیں اور نہ ہم ان کی اچھی طرح سے تلاوت ہی کر سکتے ہیں جس طرح کہ آپ سے ہمیں پہنچی ہیں تو کیا ہم گناہ کا کا م کرتے ہیں تو اس نے کہا نہیں جس طرح کہ تم نے سیکھا ہے پڑھتے رہو جلدی تمہارے پاس وہ آئے گا جو تمہیں تعلیم دے گا "

اصول کافی صفحہ :289، مطبوعہ ایران 1278 ہجری

توضیح:

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ کلام شیعہ نے امام علی بن موسیٰ رضا رحمہ اللہ کے بارہ میں گھڑا ہے لیکن اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُن کے ہاں یہ فتوی ہے کہ جو اس طرح قرآن پڑھے کہ جس طرح لوگ مصحف عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیکھتے ہیں وہ گناہ گار نہیں ہوتا ۔شیعہ کے خاص لو گ مصحف عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف ایک دوسرے کو بتاتے رہتے ہیں کہ اصل قرآن یہ نہیں بلکہ وہ اور ہے جو مو جو دہے یا ان کے ائمۃ اہل بیت کے پاس موجود تھا ان کے اس مزعومہ قرآن کے درمیان جسے وہ رازداری سے ایک دوسرے کو بتاتے ہیں اور تقیہ کے عقیدہ پر عمل کرتے ہو ئے اس کا بر ملا اظہار نہیں کرتے اور اس مصحف عثمانی کے درمیان وہی تقابل ہے جسے حسین بن محمد تقی نوری طبرسی نے اپنی کتاب "فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب"میں جمع کیا ہے۔

یہ کتاب شیعہ کے علماء کی سینکڑوں نصوص پر مشتمل ہے جو شیعہ کی معتبر کتب میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شیعہ قرآن میں تحریف پر پختہ ایمان رکھتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں چاہتے کہ قرآن کے بارہ میں اُن کا عقیدہ لوگوں پر ظاہر ہو۔

5-امام جعفر صادق فرمان ہے:

لو ترک القرآن کما انزل لا لفیتنا فیہ مسمین

یعنی"اگر قرآن اس طرح چھوڑا جاتا جیسے نازل کیا گیا تھا تو اے مخاطب تو ہمیں اس میں نام بنام پاتا ۔"

فصل الخطاب صفحہ:216،طبع ایران

6-امام باقر کا فرمان:

"لولا زید فی القرآن ونقص ماخفی حقنا علی ذی حجی"

امام باقر فرماتے ہیں اگر قرآن میں کمی یا اضافہ نہ کیا گیا ہوتا تو ہمارا حق کسی ذی شعور پر پوشیدہ نہ رہتا ۔"

تفسیر صافی مقدمہ سادس صفحہ:25

6-کلینی نے اپنی الکافی میں باسند بیان کیا ہے :

"ان القرآن الذی جاء به جبرائیل علیه السلام الی محمد صلی الله علیه وسلم سبعة عشر الف آیة"

"وہ قرآن جسے لے کر جبرائیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا "

اصول کافی ،کتاب فضل القرآن جلد: 1صفحہ:634

جبکہ اس کے برعکس ابو علی طبرسی لکھتا ہے"اصل آیات کی تعداد:6236 ہے

تفسیر مجمع البیان طبرسی جلد 1 صفحہ:407

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دو تہائی قرآن پاک ہوا کی نذر ہو گیا اور موجودہ صرف ایک تہائی ہے کلینی نے باقاعدہ اپنی "کافی " میں اس بات کی صراحت کی ہے۔

بلکہ عبارت اس بات کی شاہد ہے کہ موجودہ مصحف کلی طور پر مصحف فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مختلف ہے جس کا حجم مؤلف "کافی" نے ستر ہاتھ لمبا بیان کیا ہے۔

اصول کافی کتاب الحجہ جلد:1 صفحہ:239،240

7-حضرت امام جعفر صادق سے روایت:

سورہ طہ کی آیت نمبر : 115 کی آیت "وَ لَقَدْ عَہِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا" جب نازل ہوئی تھی تو اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی، سیدہ فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور دوسرے ائمہ کرام کے نام بھی تھے۔

اصول کافی جلد: 1 صفحہ :262

8-حضرت امام جعفر سے روایت:

حضرت جبرائیل سورت المعارج کی آیات لے کر آئے تو اس میں حضرت علی کا بھی ذکر تھا۔

اصول کافی جلد 1 صفحہ: 265

9-حضرت امام جعفر سے مروی ہے:

حضرت جبرائیل جب سورہ طور لے کر آئے تو آیت : 47 میں آل محمد کے الفاظ تھے، سورت النساء کی آیات نمبر: 168,169,170 میں حضرت علی کا نام تھا۔

اصول کافی جلد 1 صفحہ 266،267

10-سورت النساء کی آیت نمبر: 66 میں حضرت علی نام تھا۔ سورت الاسراء آیت نمبر: 89 میں حضرت علی کا نام تھا۔ سورت الکھف آیت نمبر: 29 میں آل محمد کے الفاظ تھے۔

اصول کافی جلد 1 صفحہ :267

11-شیخ طوسی لکھتا ہے:

ان اللہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و'ال ابراھیم و'ال عمران و'ال محمد علی العالمین میں'ال محمد کے لفظ کو نکال لیا گیا ہے،معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن میں لفظ'ال محمد نہیں ہے۔

حیات القلوب : جلد:2صفحہ:123

12- طوسی لکھتا ہے:
قرآن مجید کی صحیح آیت :
اِنَّ عَلَیۡنَا لَلۡهُدٰیؗ
تحریف شدہ آیت :
وَ اِنَّ عَلِیًّا لَلۡهُدٰی ،
علی ہی ہدایت ہیں۔
یہ لفظ علینا نہیں علیا ہے
حیات القلوب : جلد:2 صفحہ:123
13-طوسی لکھتا ہے:
قرآن مجید کی صحیح آیت:
فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَبِیۡلًا ۔ ،،الاسراء : 48، الفرقان :9،،
تحریف شدہ آیت: فلا یستطیعون ولایۃ علی سبیلاً۔
قرآن سے شعیہ عقیدہ کےمطابق یہ الفاظ
ولات علی نکال دیئے گئے ہیں۔
حیات القلوب : جلد:2 صفحہ:123
14- طوسی لکھتا ہے:
قرآن پاک کی صحیح آیت : وَقَالَ الظّٰلِمُونَ إِنۡ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسۡحُورًا۔ الاسراء : 47
تحریف شدہ آیت : و قال الظالمون
اٰل محمد حقهم ۔
حیات القلوب : جلد :3 صفحہ:234
14- طوسی لکھتا ہے:
قرآن مجید کی صحیح آیت:
وَكَذٰلِكَ جَعَلۡنَاكُمۡ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ البقرة : 143
تحریف شدہ آیت :
و کذالک جعلناکم ائمتہ و سطا عدلا تکونوا شهداء على الناس
حیات القلوب : جلد:3 صفحہ:234

15- مجلسی نے لکھا ہے:
قرآن مجید کی صحیح آیت مبارکہ:
إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا
الکہف : 29
تحریف شدہ آیت :
انا اعتدنا للظالمین اٰل محمد ناراً احاط بهم سرادقها
حیات القلوب : جلد 3 صفحہ:378
16- مجلسی لکھتا ہے:
قرآن مجید کی صحیح سورہ مبارکہ :
وَالْعَصْرِ ، إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ، إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ
سورہ العصر
تحریف شدہ آیت :
ان الانسان لفی خسر، انہ فیہ من الدھر الا الذین اٰمنوا و
عملوا الصالحات وأتمروا بالتقویٰ وأتمروا بالصبر
قرآن مجید کی مکمل سورہ کو بدل دیا، معاذاللہ
حیات القلوب : جلد 3 صفحہ:378
17- مجلسی لکھتا ہے:
قرآن مجید کی صحیح آیت مبارکہ :
وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ
نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا
سورہ الکہف : 29
تحریف شدہ آیت :
قل الحق من ربكم فی ولایة علی انا اعتدنا للظالمین اٰل
محمد ناراً احاط بهم سرادقها۔
حیات القلوب جلد 3 صفحہ:385

18-مجلسی لکھتا ہے:

قرآن مجید کی صحیح آیت مبارکہ :

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ البقرۃ : 59

تحریف شدہ آیت:

فبدل الذين ظلموا آل محمد حقهم قولاً غير الذى قيل لهم فانزلنا على الذين ظلموا آ محمد حقهم رجزا من السماء۔

اس میں آل محمد کے الفاظ اپنی طرف سے

درج کئے ہیں۔

حیات القلوب جلد 3 صفحہ:385

19-مجلسی لکھتا ہے:

قرآن مجید کی صحیح آیت مبارکہ:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

النساء :170

تحریف شدہ آیت:

يا أيها الناس قد جاءكم الرسول بالحق من ربكم فى ولاية علىفآمنوا خيرا لكم وإن تكفروا بولاية على فإن لله ما فيالسماوات والأرض۔

حیات القلوب بشارتی مترجم صفحہ:389

فی ولایہ علی اور بولایہ علی کا اضافہ ہے۔

20-مجلسی لکھتا ہے:

قرآن مجید کی صحیح آیت مبارکہ:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ۔ النساء :148

تحریف شدہ آیت :

ان الذين ظلموا آل محمد حقهم۔

حیات القلوب جلد 3 صفحہ:389

21-شیعہ امام، محدث، ابن بابویہ القمی لکھتا ہے:
امیر المومنین علیہ السلام نے قرآن جمع کیا اور جب وہ ان خلفاء کے پاس لے کر آئے آپ نے کہا یہ آپ کے خدا کی کتاب ہے بلکل اسی طرح لکھی گئی ہے جس طرح تمھارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں ایک لفظ کی نہ کوئی کمی ہے نہ کوئی زیادتی ہے۔
انہوں (خلفاء) نے کہا ہمیں اس کی ضروت نہیں ہے ہمارے پاس اس طرح کا نسخہ ہے جس طرح کا تمھارے پاس ہے۔ تو آپ یہ پڑھتے ہوئے چلے گئے،تو انہوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی، یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں برا ہے۔
آل عمران: 187
کتاب الاعتقادات فی دین الامامیہ صفحہ: 86
23- شیعہ محقق علی الکورانی لکھتا ہے:
انہوں نےاس نسخہ کو اپنانے سے انکار کردیا کیونکہ اس میں سب اور اگر سب نہیں تو بہت سی آیات کی تشریح ان صحابہ کے مطابق علی کے حق میں تھی۔
تدوین قرآن صفحہ:181
24- شیعہ محقق جعفر المرتضی الاملی لکھتا ہے:
قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمع کیا گیا تھا لیکن پہلے دو خلفاء نے رسول اللہ کا قرآن لینے سے انکار کیا کیونکہ اس میں اسباب نزول اور تشریح موجود تھی اور بہت سی چیزیں جو کہ بہت سے لوگوں کو متاثر کر سکتی تھیں لیکن خلفاء نے ان کو لینے سے انکار کیا اور سچ کو ظاہر ہونے نہیں دیا اس کے بعد انہوں نے قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا اور تشریح و تعویل اور اسباب نزول کو اس سے خارج کردیا۔
مسات الازھرہ جلد :1 صفحہ:347،346

25- شیعہ محقق علی احمد الدقاق لکھتا ہے:
اور کچھ روایات یہ بھی بیان کرتی ہیں ان لوگوں کی رسوائی علوی قرآن میں موجود تھی اس لئے خلفاء نے اس قرآن کو لینے سے انکار کیا۔
حقیقت مصحف امام علی صفحہ: 304
26- یہی علی احمد الدقاق لکھتا ہے:
جب ابو بکر نے اس کو کھولا پہلے ہی صفحہ پر اس نے اپنی لئے رسوائی دیکھی تب عمر درمیان میں داخل ہوا، اور کہا کہ اے علی یہ واپس لے جا ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔اس لئے ہم نے محسوس کیا کہ یہ اس کو رد کرنا اصل میں ایک ردعمل تھا کیونکہ اس کے اجزاء میں ان لوگوں کی رسوائی موجود تھی اس لئے انہوں نے اس کو مسترد کردیا تاکہ لوگوں سے چھپایا جا سکے
حقیقت مصحف امام علی صفحہ: 304
27- شیعہ محقق ظہیر البتار لکھتا ہے:
لیکن جب انہوں نے ان کا انکار کیا ان کے پاس ان کے اپنے خیالات کے مطابق نسخہ موجود تھا اس لئے انہوں نے اس قرآن کریم کو مسترد کردیا جو کہ آپ نے جمع کیا تھا جو کہ سبب نزول کے مطابق تھا تاکہ کسی کو اس کا غلط مطلب لینے کی جرأت کرے اور انہوں نے اسے اپنے طریقے سے جمع کیا
الامامہ تلک الحقائق القرآنیہ صفحہ: 49
28- مزید لکھتا ہے
اس مسئلہ حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام قرآن و سنت کو بچانے کے خاطر ایک وکیل کا کردار ادا کر رہے تھے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ انہوں نے قرآن بشمول اسباب نزول آیات جمع کیا تھا کیوں کہ اس کا تعلق پھر تشریح کے ساتھ ہے اس لئے انہوں نے اس کو مسترد کردیا کیوں کہ یہ حقیقت بیان کر رہا تھا جو کہ ان کے طریقے کے خلاف تھا ۔
الامامہ تلک الحقائق القرآنیہ صفحہ:50

29-شیعہ مؤرخ علی الکورانی العاملی لکھتا ہے:
حقیقت مین قرآن کریم کو جمع کرنے کے کام میں کوئی مسئلہ نہیں ہے یہ مسئلہ حکومت نے پیدا کردیا (یہاں حکومت سے مراد عمر رضہ ہیں) جس نے قرآن کریم کا ایک نسخہ کو سرکاری نسخہ قبول کرنے سے انکار کردیا جو کہ علی علیہ السلام لائے تھے۔
الف سوال و اشکال جلد1 صفحہ :243
30- دوسری جگہ لکھتا ہے
اس کے ساتھ علی نے امت کی زمہ داری پوری کردی اور انہوں ایک قرآن کا نسخہ دیا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترتیب کیا ہوا اور کہ علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا لیکن انہوں نے (اپنے ارادوں کے لئے) سوچا کہ قرآن کریم کے اس نسخہ کو سرکاری ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔
تدوین القرآن ص 256
31-شیعہ مصنف عبداللہ علی احمد الدقاق لکھتا ہے:
جو روایات امامی شیعہ کے ہاں پائی جاتی ہیں وہ اس بات کا اثبات کرتی ہیں کہ خلافت نے امام علی رضہ کے قرآن کو مسترد کردیا،اور کیوں کہ جو امامی روایات خلافت کی جانب سے قرآن کریم کو مسترد کرنے کے بارے میں ہیں وہ بھت زیادہ ہیں اس لئے ہمیں یقین ہے کہ یہ معاملہ ہوا ہے ، امام علی کے قرآن کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ اور اس کا رد کردینا یہاں تک کہ اس کا نعم البدل بھی ڈھونڈنے کی کوشش کی
حقیقت مصحف الامام علی عند السنہ والشیعہ صفحہ: 314-309
32-مشہور شیعہ عالم مرتضی الانصاری کتاب
اس لئے انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے قرآن کو رد کردیا جب کہ انہوں نے ان کے سامنے پیش کیا ، تاکہ وہ اسے اپنے بیٹے القائم مھدی(اللہ ان کو جلدی ظاہر کردے) کے لئے چھپا سکیں۔
الصلواۃ قدیمی نسخہ صفحہ: 119

33-شیعہ محقق علی بن موسی التبریزی لکھتا ہے:
جیسا کہ ہم نے روایات سے ثابت کیا انہوں یعنی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قرآن جمع کیا اور اس کو ان (خلفاء) کے پاس لائے لیکن انہوں نے اس کو قبول نہیں کیا اس لئے یہ ہمیشہ محفوظ رہے گا یہاں تک کہ مھدی آخر زمان کا ظھور ہو۔
مرأت الکتب صفحہ: 32
34- شیعہ علامہ محمد حسین طباطبائی لکھتا ہے۔
اور امیر المومنین علیہ السلام پہلے تھے جنہوں قرآن کو اس ترتیب سے جمع کیا جس طرح وہ نازل ہوا تھا لیکن انہوں نے اس کو رد کردیا اور انھوں نے آپ کو پہلے بار اور دوسری بار قرآن جمع کرنے میں شامل ہونے نہیں دیا۔
القرآن فی الاسلام صفحہ: 137
35- دوسری جگہ لکھتا ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا علی اسلام اور قرآن کے علوم میں سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں ، لیکن انھوں نے آپ کو قرآن کی تدوین کے عمل میں شامل ہونے نہیں دیا (وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی وفات کے بعد علی گھر میں قرآن جمع کر رہے ہیں) اور ان کا نام ان کی ملاقاتوں اور اجتماعات میں ذکر نہیں کیا گیا ۔
الشیعہ فی الاسلام صفحہ:28،29
36-شیعہ امام آیت اللہ علی المیلانی لکھتا ہے:
یہ سچ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے قرآن جمع کیا تھا اور میں نے پہلے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے کہ امام (علی) ان کی طرف قرآن کریم کے ساتھ آئے لیکن انھوں نے اس کا انکار کیا ، علی کے پاس قرآن تھا یہ ثابت شدہ ہے اور ہر کسی کو یاد ہے
محاضرات فی الاعتقادات جلد: 2 صفحہ: 602
37-شیعہ امام آیت اللہ محمد الحسین التھرانی لکھتا ہے:

جہاں تک شیعہ روایات ہیں ان میں ہم یہ دیکھتے ہیں انہوں نے قرآن کریم کو اونٹ پر لادیا اور مسجد کی جانب لے کر آگئے اور کہا کہ یہ تمہارا قرآن ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں تمہارے قرآن کی ضرورت نہیں ہے اور انہوں نے آپ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی پھر آپ نے اونٹ کے مہاریں کھینچی اور اپنے گھر چلے گئے پھر کہا کہ آپ لوگ اسے قیامت تک نہیں دیکھیں گے۔

نور الملکوت القرآن جلد: 4 صفحہ: 345

38-مزید لکھتا ہے:

امیر المومنین علیہ السلام وہ پہلے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد قرآن کریم کو جمع کرنے کا خیال پیش کیا اگرچہ ان کے اپنے نسخہ کو مسترد کردیا گیا تھا۔

نور الملکوت القرآن جلد :4 صفحہ:343

39-شیعہ انقلابی امام آیت اللہ محمد الشیرازی لکھتا ہے:

جہاں تک علی کے قرآن کا مسئلہ ہے کہ انہوں نے جمع کیا تھا لیکن رد کردیا گیا، یہاں پراس کا مطلب ہے کہ یہ تفسیر اور تعویل کی صورت میں جمع کیا گیا تھا جیسا کہ انہوں (علی رضہ) نے ان روایات میں بیان کیا جو ان سے کی گئی ہیں۔

قرآن کب تدوین ہوا صفحہ: 31

40- شیعہ امام ،محدث ابو جعفر سےروایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ

القائم یعنی مہدی ایک نئی شریعت ، نئے قرآن ، اور نئے ارادے سے ظاہر ہونگے جو کہ عربوں پر سخت ہوگا ، وہ صرف اپنی تلوار استعمال کریں گے اور کسی کی بھی توبہ قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی کو سنیں گے سواء اللہ کے۔

غیبت النعمانیہ صفحہ: 237 ، بحار الانوار جلد:52 صفحہ: 354 ، اثبات الھدات جلد: 3 صفحہ: 540، معجم الحدیث المھدی جلد: 3 صفحہ 235۔

41-شیعہ انقلابی آیت اللہ محقق لکھتا ہے:

اور القائم کے بارہ میں ابو بصیر کی روایت ابو جعفر علیہ السلام سے "اللہ کی قسم یہ ایسا ہے جیسے میں انہیں (مھدی) رکن و مقام کے بیچ دیکھ رہا ہوں اور لوگ ان کی ایک نئی شریعت ، نئی کتاب اور نئی آسمانی اختیار پر بیعت کر رہے ہیں ۔

اور نئے قرآن کریم سے ان (امام باقر) کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور علی رضہ کے ہاتھ سے لکھی گئی تشریح ہے جیسا کہ ہم نے بہت سی روایات میں پڑھا ہے۔

دراسات فی الولایت الفقیہ جلد:1صفحہ: 521

42- شیعہ محقق شیخ الکورانی لکھتا ہے:

اور نئی کتاب سے ایک نیا قرآن مراد ہوسکتا ہے جو آیات و اجزاء کی نئی ترتیب کے ساتھ ہوگا، یہ روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور چیزوں کے ساتھ یہ قرآن کریم بھی مھدی کے پاس محفوظ ہے جو کہ اسے وراثت میں ملا ہے ۔

عصر الظهور صفحہ: 88،89

43- شیعہ مفسر و محدث عبداللطیف البغدادی لکھتا ہے:

یہ قرآن کریم اپنی صحیح تشریح کے ساتھ علی کے پاس رہا ان کے بعد امام حسن کے پاس رہا اور یوں اماموں کی نجی وراثت کے طور پر چلتا ہوا اب یہ امام العصر و الزمان المھدی کے پاس ہے۔ باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ انہون نے کہا" جب وہ ظاہر ہونگے تو وہ ایک نئی شریعت ، نئی کتاب ، نئی سنت اور نئے حکم سے شروعات کریں گے اور وہ عربوں پر سخت ہونگے۔

المجالس السنیہ میں ایک ابوجعفر سے ایک اور روایت ہے : اللہ کی قسم یہ ایسا ہے جیسے میں انہیں (مھدی) رکن و مقام کے بیچ دیکھ رہا ہوں اور لوگ ان کی ایک نئی شریعت ، نئی کتاب اور نئی آسمانی اختیار پر بیعت کر رہے ہیں ان کا جھنڈہ ان کی موت تک کبھی بھی نیچے نہیں ہوگا یہاں پر ایک نئی شریعت ، ایک نئی کتاب ، ایک نئی سنت اور نئے حکم اور اختیار سے مراد اسلام کے اصل قوانین لاگو کرنا ہے جو اللہ تعالی چاہتے ہیں اور قرآن کریم کو اس کی تنزیل و تعویل اور اس کی قوانین کی تشریح کے ساتھ واپس لانا ہے۔

تحقیق فی الامامہ صفحہ: 235،236

44- شیعہ محقق محمد تقی الاصفہانی لکھتا ہے:

اللہ فرماتے ہیں اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا "سورہ فصلت :45 "الطبرسی مجمع البیان میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ انکے لوگ اس پر اختلاف کریں گے اور مطلب اس کتاب کی صداقت پر جو ان پر نازل ہوئی ہے۔ اور اس کتاب پر بھی اختلاف ہوگا جو کہ القائم لے کر آئیں گے جو کہ مکمل کتاب ہے الحجہ (مھدی) کے پاس محفوظ ہے۔

مکال المکارم جلد:1 صفحہ: 184

اس میں جو اشارہ ہے وہ اسناد ہیں کتاب الروضہ الکافی میں ہے کہ ابوجعفر سے اللہ تعالی اس قول پر فرماتے ہیں۔

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا (سورہ فصلت آیت: 45) وہ اس پر اختلاف کریں گے جیسے امت نے اپنی کتاب پر اختلاف کیا اور وہ القائم کی کتاب پر اختلاف کریں گے جو وہ اپنے ساتھ لائیں گے بہت سے لوگ اس کا انکار کریں گے اور وہ (مھدی) ان سب کو قتل کردیں گے اور ان کے سر الگ کردیں گے

45-مزید لکھتا ہے:

جب عزیز علیہ السلام اپنے لوگوں میں واپس آکر ان پر ظاہر ہونے تو وہ تورات کو اس طرح پڑہا جس طرح موسی بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ اور القائم جب زمین کے لوگوں پر ظاہر ہونگے تو وہ قرآن کریم کو اس طرح پڑہیں گے کہ جس طرح وہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ و سلم پر نازل ہواتھا۔

مکال المکارم جلد:1 صفحہ:197

46مزید لکھتا ہے:

میں کہتا ہوں : اس میں کوئی راز ہوسکتا ہے کہ کیوں القائم کو عظیم قرآن کہا گیا ہے غور کرتے ہوئے کہ وہ آپکو حکم دیں گے اس کی پیروی کی اور اس کے پڑہنے پر لوگوں کو مجبور کریں گے وہ اسے ظاہر کریں گے اس کی تشہیر کریں گے۔

مکال المکارم جلد:1 صفحہ :63

خلاصہ تحقیق:
ان تمام شیعی احادیث، تاریخی روایات، واقعات،اور تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ شیعہ کا قرآن مجید کے متعلق کیا عقیدہ ہے، جو شیعہ کہتے ہیں، کہ یہ روایات ضعیف ہیں، ان کا جھوٹ بھی واضح ہو چکا ہے، کیونکہ ہم موجودہ دور کے شیعہ محقق علماء کی کتب سے بھی عقیدہ تحریف قرآن ثابت کر چکے ہیں،ہماری سادہ لوح مسلمان بھائیوں سے گزارش ہے جو شیعہ سنی بھائی بھائی کے دعویٰ دار ہیں ان کو ملک شام کے حالات کو مدنظر رکھنا چاہیے، اور منہج اہل السنہ کو سمجھنا چاہیے اور شیعہ کے کبھی بھی وکیل اور کفیل نہ بنیں۔

کیا شیعہ مؤمن ہیں؟؟؟

حیدر علی السلفی

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على عبده ورسوله نبينا

محمد وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

شیعہ علماء، اور ذاکرین عام طور پر اپنے آپ کو اور اپنی عوام کو مؤمن کہہ کر پکارتے ہیں،اور باقی اہل سنّت کو مؤمن نہیں سمجھتے۔اور یہ کہتے ہیں کہ مسلمان تو سب ہی ہیں مگر جو لوگ اہل بیت سے محبت کرتے ہیں صرف وہ ہی مؤمن ہیں۔حالانکہ شیعہ خود:

اہل بیت کے گستاخ ہیں۔

اہل بیت کے دشمن ہیں۔

اہل بیت کے قاتل ہیں۔

قرآن کے منکر ہیں۔

گستاخ رسول ہیں۔

گستاخ انبیاء علیہم السلام ہیں۔

گستاخ امہات المومنین ہیں۔

گستاخ صحابہ ہیں۔

بد اخلاق و بد کردار ہیں۔

زکوۃ کے منکر ہیں۔

اس کے باوجود خود کو مؤمن اور باقی سب کو غیر مؤمن کہتے ہیں، شیعہ کی تمام خرافات کو جاننے کے لیے دیکھئیے ماہنامہ منہاج الحدیث میں رقم الحروف کے گزشتہ مضامین،مؤمن کون ہیں، ان کی صفات کیسی ہوتی ہیں، ان کا کردار کیسا ہوتا ہے یہ ساری تفصیلات ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کیجیے کیا شیعہ مؤمن ہیں؟

لفظِ مؤمن کی تصریح:

کسی کا باطنی ایمان لفظِ مؤمن سے ظاہر ہوتا ہے، اور ظاہری ایمان لفظِ مسلم سے ظاہر ہوتا ہے، ایمان اور اسلام کے درمیان فرق ہے اظہار اور اخفاء کا جس کا مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کا تعلق باطن سے ہے اور اسلام کا تعلق ظاہر سے ہے، یعنی ایمان عقائد و نظریات مثلاً اللہ تعالی کی وحدانیت پر ایمان، رسولوں کی رسالت پر ایمان ، فرشتوں کے وجود پر ایمان، عذاب و ثواب قبر اور یوم آخرت پر ایمان، جب کہ اسلام ظاہری اعمال مثلاً زبان سے اقرار، نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر قولی فعلی مالی عبادات کا سر انجام دینا اور تمام امور بجا لانے کا نام ہے۔ اس وضاحت سے واضح ہوتا ہے کہ مؤمن دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے، ایمان اور اسلام، انسان جب مکمل طور پر امور الٰہی پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اس وقت وہ مؤمن ہی کہلاتا ہے۔

جبکہ شیعہ اس مجموعہ میں داخل ہی نہیں ہیں تو پھر مؤمن کیسے؟

اہل بیت کے گستاخ ہیں۔

اہل بیت کے دشمن ہیں۔

اہل بیت کے قاتل ہیں۔

قرآن کے منکر ہیں۔

گستاخ رسول ہیں۔

گستاخ انبیاء علیہم السلام ہیں۔

گستاخ امہات المومنین ہیں۔

گستاخ صحابہ ہیں۔

بد اخلاق و بد کردار ہیں۔

زکوۃ کے منکر ہیں۔

کیا یہ سب اوصاف شیعہ میں نہیں پائے جاتے؟ علمائے اہل الحدیث نے، بالخصوص علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ نے ثابت کیا ہے الشیعہ و السنہ، الشیعہ و القرآن، الشیعہ و اہل البیت میں والحمدللہ۔

توضیح الکلام:
یعنی ایمان اور اسلام میں حقیقت میں فرق نہیں ہے، تسلیم کرنے یعنی اقرار کے لحاظ سے فرق ہے، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی تمام تعلیمات کو دل سے ماننا اور دل میں ان کی تصدیق کرنا ایمان ہے،اور پھر اسی دل سے مانے ہوئے ایمان کا اظہار کرنا ، اعلان کرنا اسلام کہلاتا ہے۔
ایمان کا سفر دل سے شروع ہوکر ظاہری اعمال پر مکمل ہوتا ہے اور اسلام کا سفر ظاہر سے شروع ہوکر صالح اعمال پر ختم ہوتا ہے۔ البتہ ایمان اور اسلام کے حامل ہونے کے لحاظ سے انسان میں فرق ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص ظاہر میں ایمان کا اقرار کرے لیکن دل میں ایمان نہ ہو، تو وہ مؤمن نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ اس کے دونوں جزو مکمل نہیں ہیں۔ جس طرح شیعہ روافض ہیں۔
اہل بیت کے گستاخ ہیں۔
اہل بیت کے دشمن ہیں۔
اہل بیت کے قاتل ہیں۔
قرآن کے منکر ہیں۔
گستاخ رسول ہیں۔
گستاخ انبیاء علیہم السلام ہیں۔
گستاخ امہات المومنین ہیں۔
گستاخ صحابہ ہیں۔
بد اخلاق و بد کردار ہیں۔
زکوۃ کے منکر ہیں۔
اختصار کے ساتھ ہم نے چند ایک ہی ذکر کیے ہیں ، ان چند امور پر عمل نہ کرنے اور باقی کا انکار کرنے کی وجہ سے شیعہ ایمان کی کئی جزویات کے منکر ہی نہیں بلکہ گستاخ بھی ہیں لہذا مؤمن کا اطلاق شیعہ پر ممکن ہی نہیں ہے،

جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس کی تفصیل سے وضاحت کی ہے:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ.

دیہاتیو نے کہا ہم ایمان لے آئے ہیں، کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو تو تمہارے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بے شک اللہ بخشنے والا ہے۔

الحجرات :14

سورہ حجرات کی ان آیات میں ظاہری فرماں برداری دکھانے والوں کے لیے مسلمان کا لفظ اختیار کیا گیا ہے، اور ایمان کی نفی کر دی گئی ہے کہ دلوں میں ایمان نہیں ہے، چنانچہ اہل کوفہ شیعہ لوگ منافق تھے، جس کی تفصیل یہ ہے:

1-سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالی عنہ کو دھوکا دیا۔

2-سیدنا حسن رضی اللہ تعالی عنہ کو دھوکا دیا۔

3- سیدنا حسین کو دھوکا دیا۔

باقی امور بھی ہم ثابت کر چکے ہیں شیعہ جن کے منکر ہیں، مومن تقیہ باز"دھوکا"نہیں ہوتا جبکہ شیعہ کا نوے حصہ دین ہے ہی تقیہ میں ، تفصیل کے لیے دیکھیے ماہنامہ منہاج الحدیث میں رقم الحروف کا مضمون بنات اربعہ، مؤمن واضح ہوتا ہے لہذا شیعہ مؤمن کے اعجاز پہ فائز نہیں ہو سکتے۔

اسلام اور ایمان میں فرق ہے اس بارہ میں علمائے کرام نے عقائد کی کتب میں بہت تفصیلات ذکر کی ہیں، ان تفصیلات کا مختصراً خلاصہ یہ ہے۔

جب یہ الفاظ، ایمان اور اسلام الگ الگ ذکر ہوں تو پھر ہر ایک کا مطلب
پورا دین اسلام ہوتا ہے، تو اس وقت لفظ اسلام ہو یا ایمان ان میں کوئی
فرق نہیں ہوتا، المختصر جو مؤمن ہوتا ہے وہ مسلمان بھی ضرور ہوتا ہے
لیکن ہر مسلمان (ظاہر میں اسلام کا اظہار کرنے والے) کا مؤمن ہونا
لازم نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ اس نے شیعہ مذہب کی طرح تقیہ کیا ہو
کوئی ظاہری طور پر زبان سے تو کلمہ اور نماز پڑھتا ہو ، لیکن دل میں
کفریہ عقائد رکھتا ہو،جیسا کہ شیعہ کے عقائد ونظریات ہیں۔
اور اگر یہ دونوں الفاظ یعنی اسلام اور ایمان ایک ہی سیاق اور جملے میں
مذکور ہوں تو پھر ایمان سے دل اور ضمیر کے اعمال مراد لیے جاتے ہیں،
جیسا کہ قلبی عبادات، مثلاً: اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر
ایمان، اللہ تعالیٰ کی نازل شدہ کتابوں پر ایمان، اور یوم آخرت پر ایمان
وغیرہ۔
جبکہ صرف اسلام سے مراد ظاہری اعمال ہوتے ہیں بعض اوقات جن
کے ساتھ قلبی ایمان ہوتا ہے، اور کبھی نہیں ہوتا،تو دوسری صورت میں
ان ظاہری اعمال کو کرنے والا یا تو منافق ہوتا ہے یا پھر منافق تو نہیں
ہوتا لیکن اس کا ایمان کمزور ہوتا ہے، وہ مؤمن کہلانے کا حق نہیں رکھتا
جیسا کہ شیعہ ہیں۔
شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
لفظ "ایمان" کو بعض اوقات اسلام یا عمل صالح کے ساتھ ملا کر ذکر
نہیں کیا جاتا بلکہ وہ بالکل علیحدہ ہوتا ہے، اور بعض اوقات لفظ "ایمان"
کو اسلام کے ساتھ ملا کر ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ حدیث جبریل علیہ
السلام میں ہے کہ:

اسلام کیا ہے؟
ایمان کیا ہے؟
اسی طرح اللہ تعالی کا فرمان ہے:

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ.
بے شک مسلمان مرد اور مسلمان خواتین، اور مومن مرد اور مومن خواتین
الاحزاب:35

دوسری جگہ فرمایا:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ.
دیہاتیوں نے کہا: ہم ایمان لے آئے، آپ کہہ دیں کہ: تم ایمان نہیں لائے، تاہم تم کہو: ہم اسلام لے آئے ہیں، ابھی تو ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہے۔ الحجرات:14

مزید فرمایا:

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ،فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.
تو ہم نے ان میں سے جو بھی مومن تھے انہیں وہاں سے نکال دیا، تو ہمیں اس میں مسلمانوں کے ایک گھرانے کے علاوہ کچھ نہ ملا۔
الذاریات:36

ان آیات میں جب ایمان کو اسلام کے ساتھ ذکر فرمایا تو ،اسلام سے مراد ظاہری اعمال لیے، مثلاً: احکام رب العالمین کا اقرار، نماز، زکاۃ، روزہ، حج وغیرہ ، اور ایمان سے مراد قلبی امور لیے ، مثلاً: اللہ تعالی پر ایمان، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان، تاہم جب ایمان کا لفظ اکیلا ذکر کیا جائے تو اس میں اسلام اور اعمال صالحہ سب شامل ہوتے ہیں، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا ایمان کے درجات بیان کرنے والی حدیث میں فرمان ہے:

عن أبي هريرة: الإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أو بِضْعٌ وسِتُّونَ شُعْبَةً: فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ: لا إله إلا الله، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الإِيمَانِ.

ایمان کے ستر سے زائد درجات ہیں، ان میں سب سے اعلی درجہ لا الہ الا اللہ کہنا، اور سب سے چھوٹا درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانا ہے۔

مجموع الفتاوی جلد 15 صفحہ:15-13

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں تو لوط علیہ السلام کی بیوی کو بھی مؤمن کہا گیا ہے اور وہ قرآن مجید کی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں اس کی وضاحت ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ،فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ.

تو ہم نے ان میں سے جو بھی مومن تھے انہیں وہاں سے نکال دیا، تو ہمیں اس میں مسلمانوں کے ایک گھرانے کے علاوہ کچھ نہ ملا

الذاریات:36

اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"لوط علیہ السلام کی بیوی باطنی طور پر منافق اور کافر تھی، تاہم اپنے خاوند کے ساتھ ظاہری طور پر مسلمان تھی، یہی وجہ ہے کہ اسے بھی قوم لوط کے ساتھ عذاب سے دوچار کیا گیا، تو یہی حال نبی صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ موجود منافقین کا ہے کہ وہ ظاہری طور پر آپ تو صلی اللہ علیہ و سلم کے ساتھ مسلمان تھے لیکن باطن میں مومن نہیں تھے"

جامع المسائل جلد:6 صفحہ:221

ہم یہاں پہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی اس وضاحت میں تھوڑا اضافہ کرتے ہیں کیونکہ جس وقت شیخ الاسلام نے اس آیت کی وضاحت کی اس وقت رافضی اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے تھے کہ ہم مؤمن ہیں، جس طرح رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے بظاہر اسلام قبول کر لیا اور ظاہری اعتبار سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام احکامات کی پابندی شروع کردی لیکن اندر ہی اندر وہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے بغض اور عناد کی آگ میں جل رہا تھا۔ وہ جب تک زندہ رہا اس نے اسلام کی جڑ کاٹنے کے لیے یہودیوں اور مشرکین مکہ سے رابطے استوار رکھے اور غزوہ بدر اور احد میں نہ خود حصہ نہیں لیا بلکہ اندر ہی اندر صحابہ کو بھی جہاد پہ جانے سے روکتا رہا۔ یہی منافق شخص آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیوی عائشہ بنت ابی بکر پر تہمت لگانے میں بھی پیش پیش رہا۔

آپ شیعہ کا اور اس منافق کا موازنہ کریں، یہ شیعہ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں، ان پر تہمتیں لگاتے ہیں،صحابہ کو بزدل کہتے ہیں،امہات المومنین کی توہین و گستاخیاں کرتے ہیں ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دھوکا دے کر شہید کردیا،پھر سیدنا حسین ابنِ علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی کوفہ بلا کر بے یارو مددگار چھوڑ دیا،المختصر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی وضاحت پہ غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ شیعہ بھی لوط علیہ السلام کی بیوی کی طرح ہیں، مؤمن نہیں ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ مزید کہتے ہیں کہ :

"کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک ہی چیزیں ہیں، اور ان آیتوں کو باہمی طور پر متعارض قرار دیا۔ حالانکہ معاملہ ایسے نہیں ہے، بلکہ یہ آیت پہلی آیت کے ساتھ موافقت رکھتی ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے وہاں پر جو بھی مومن تھا اسے نکال لیا اور مسلمانوں کا وہاں ایک ہی گھر پایا؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی لوط علیہ السلام کے گھرانے میں موجود تھی لیکن وہ ان لوگوں میں شامل نہیں جنہیں نکال لیا گیا اور نجات پا گئے تھے۔

بلکہ وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے اور پیچھے رہ جانے والوں میں شامل تھی۔
لوط علیہ السلام کی بیوی ظاہری طور پر تو اپنے خاوند کے ساتھ تھی لیکن باطنی طور پر وہ اپنی قوم کے دین پر تھی، اور اپنے خاوند کو دھوکا دے رہی تھی کہ اس نے اپنی قوم کو آنیوالے مہمانوں کے بارے میں مطلع کر دیا، جیسے کہ اس چیز کا ذکر اللہ تعالی نے یوں فرمایا کہ:
ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا

التحریم:10
اور جس خیانت کا ذکر اللہ تعالی نے فرمایا ہے یہ ان دونوں عورتوں کی جانب سے دینی خیانت تھی پاک دامنی سے متعلق نہیں تھی۔
المختصر مقصود یہ ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی مومن نہیں تھی، نہ ہی وہ ان لوگوں میں شامل تھی جنہیں عذاب سے نکال کر نجات دے دی گئی، لہذا وہ اللہ تعالی کے اس فرمان : (فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) تو ہم نے ان میں سے جو بھی مومن تھے انہیں وہاں سے نکال دیا "الذاریات:36"میں شامل نہیں ہے، اور چونکہ وہ ظاہری طور پر مسلمان تھی اس لیے وہ اللہ تعالی کے فرمان : (فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ) تو ہمیں اس میں مسلمانوں کے ایک گھرانے کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ "الذاریات:36" میں شامل ہے۔
یہاں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم کسی بھی چیز کو بیان کرنے میں انتہائی باریکی اختیار کرتا ہے کہ جب لوگوں کو عذاب سے بچانے کا ذکر کیا تو وہاں پر مؤمنین کا لفظ بولا، لیکن جب وجود اور عدم وجود کی بات آئی تو وہاں مسلمین کا لفظ بولا۔
مجموع الفتاوی جلد:7 صفحہ:474-472

مومن کا مادہ امن ہے اور امن بے خوفی یا اطمنان کو کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر امنتم کے الفاظ آئے ہیں جس کا معنی ہے جب تم امن میں ہوجاؤ یعنی خوف ختم ہو جائے،مومن ایسے شخص کو کہتے ہیں جو خود بھی پرامن ہو اور دوسروں کے امن کی بھی ضمانت دینے والا ہو۔ اور ایسا تبھی ممکن ہے کہ جب انسان اللہ کی آیات پر ایمان لے آئے کیونکہ اس کے بغیر دلوں کا سکون ممکن نہیں۔

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب

الرعد: 28

مسلم کا مادہ سلم ہے اور سلم سلامتی کو کہتے ہیں اور اسی سے لفظ مسلم بنا ہے جس کا معنی سلامتی سے رہنے والا اور سلامتی دینے والا۔

مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

البقرة: 112

جس نے اللہ کی خاطر اپنا سرجھکا دیا اور وہ حسن سلوک کرنے والا ہوتو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے، ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگیں ہوتے ہیں۔

لہذا سلامتی دینے والا ہی سر جھکاتا ہے سرکش کبھی بھی سر نہیں جھکاتے بلکہ سر اٹھا کر فساد کرتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے سلامتی دینے والوں کو ایمان لانے کی ترغیب دی ہے

توضیح الکلام:

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ شام،یمن میں جتنا ظلم ہو رہا ہے وہ سب شیعہ کر رہے ہیں اور ظالم مؤمن کیسے ہو سکتا ہے۔

اسلام کے اول عہد صحابہ سے لے کر آج تک ہر دور اور ہر زمانہ میں مسلمانوں کا متفقہ طور پر اجماعی عقیدہ چلا آیا ہے کہ کتاب الٰہی ہر قسم کے حوادثات و تغیرات اور تبدیلیوں کے شائبوں لغرزشوں سے محفوظ ومامون ہے۔ رُوئے زمین پر صرف شیعہ ایک ایسی مبہوت اور گمراہ قوم ہے جس کے زعم باطل کے مطابق قرآن کریم اپنی اصلی شکل وصورت میں ہمارے درمیان موجود نہیں بلکہ اس کا کثیر حصہ زمانہ کے دست برد ہو چکا ہے، تفصیل کے لیے دیکھئیے ماہنامہ منہاج الحدیث ،الغرض شیعہ کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ انتقامی جذبہ پر مبنی ایک منفی تحریک کا نام ہے جس کی بناء شمع رسالت کے جانثاروں صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین سے عداوت و دشمنی پر قائم ہے یہ وہی عظیم ہستیاں جنھوں نے غلبہ اسلام کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے شرق و غرب میں اسلامی پرچم کو لہرایا ان کے ہاتھوں دشمنان اسلام کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بالخصوص یہود و نصاری نے بری طرح ذلت آمیز شکستیں کھائیں عیسائیوں نے صلیبی جنگیں لڑ کر انتقامی جذبہ کو ٹھنڈا کیا مگر یہودیوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ میدان کا حق و باطل میں مسلم مجاہدین کا مقابلہ کر سکتے اس لیے انھوں نے زیر زمین سازشوں کے جال پھیلانے شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں ابتداء سبائی ٹولہ نمودار ہوا۔ان لوگوں نے عمائدین اسلام کے بارے میں عوام کے اذہان میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی مہم شروع کردی کاتبین وحی حفاظ قرآن اور اس کی نشر واشاعت اور حفاظت کرنے والوں کے اعتماد کو مجروح کرنے کی سازش کی، جن رافضیوں کا ماضی اتنا گندا ہے کیسے مؤمن ہو سکتے ہیں؟

اس سے ان کا اولین مقصد اسلام کے بنیادی ماخذ قرآن مجید سے لوگوں کا اعتماد مجروح کرنا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ پر اعتماد کو ٹھیس پہنچانا تھا تاکہ در پردہ متلاشیان حق کی راہیں مسدود ہو سکیں جب اصلی ہیئت میں نہ کتاب رہی ہے اور نہ سنت ،توصحیح راہنمائی کہاں سے حاصل ہو گی، مؤمن اور فاسق کی تفریق کرنے والی کتاب اللہ کو ہی مجروح بنا دیا تو فیصلہ کیسے ہو گا کہ مؤمن کون ہے اور فاسق کون ہے؟

خلاصہ کلام:

المختصر سازشی رافضی ٹولہ نے ذخیرہ احادیث کے مقابلہ میں اقوال آئمہ اہل بیت کے نام سے کتابیں مرتب کیں ان خود ساختہ کتب کو اہل بیت کی طرف منسوب کر کے صحابہ کے اوپر تبراء بازی کا محاذ کھول دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو بد نام کرنے کے لیے خانوادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیتوں کے ذریعہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے اختلافات،اور ان کے اہل بیت پر مظالم اور حق تلفیوں کے افسانے اس طریقے سے مشہور کئے کہ سادہ لوح مسلمان بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ایسے گروہ کے بارہ میں مسلمان کہنا بھی درست نہیں یہ بہت بڑا ظلم ہے کہ ان کو مؤمن کہا جائے۔